در کفے جامِ شریعت، در کفے سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

بیادگار

حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی
رحمۃ اللہ علیہ

پندرہ روزہ

پشاور

الحسن

شاہ محمد غوث اکیڈمی، یکہ توت، پشاور

شاہ محمد غوث اکیڈمی پشاور کا علمی مجلہ بیادگار حضرت ابوالبرکات سید حسن صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ

رجسٹرڈ نمبر پی ۳۶۹ پندرہ روزہ

مدیر اعلیٰ
فقیر محمد امیر شاہ
قادری گیلانی

الحسن پشاور

منتظم اعلیٰ
سید غلام الحسنین
قادری گیلانی

شمارہ نمبر ۲۱۷-۲۱۸ جلد نمبر ۱۹

یکم تا ۳۰ نومبر ۲۰۰۱ء رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ

مدیر اعلیٰ (فقیر) محمد امیر شاہ قادری گیلانی نے رضوان پرنٹرز قصہ خوانی بازار پشاور سے
طبع کر کے یکہ توت پشاور سے شائع کیا

ضروری اعلان برائے قارئین کرام

وہ تمام حضرات جنہوں نے سال گذشتہ میں اپنا سالانہ چندہ برائے سال ۲۰۰۱ء جمع کروایا تھا، امسال بھی اپنا زر اعانت جمع کروا کر سال نو میں رسالے کی خریداری کو یقینی بنائیں۔

شکریہ

منی آرڈر بھجوانے کا پتہ:

سید غلام الحسنین قادری گیلانی

منتظم اعلیٰ پندرہ روزہ "الحسن" پشاور

شاہ محمد غوث اکیڈمی، ۱۳۷۱ کوچہ آقا پیر جان یکہ توت پشاور شہر۔

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	مضمون نگار	صفحہ نمبر
۱	شذرہ	مدیرِ اعلیٰ	۳
۲	نعت نبی رحمت للعالمین ﷺ	سرشار صدیقی	۶
۳	تفسیر القرآن الحسنیہ	مدیرِ اعلیٰ	۷
۴	شہِ لولاک ﷺ مشاہیر کی نظر میں	صوفی مشتاق احمد صدیقی	۹
۵	نعت رسول مقبول ﷺ	رحمٰن خاور	۳۰
۶	حضرت فیض محمد شاہ قندہاری رحمۃ اللہ علیہ	پروفیسر غلام سرور رانا	۳۱
۷	غزل	عرفانہ عزیز	۴۲
۸	تسبیح کی شرعی حیثیت	سید محمد انور شاہ قادری	۴۳
۹	غزل	ڈاکٹر وحید اختر	۶۲
۱۰	تبصرۂ کتب (احکام رمضان المبارک)	علاؤ الدین عدیم	۶۳

شذرہ

پندرہ روزہ ''الحسن'' کے نو سال

مدیر اعلیٰ

الحمدللہ ثم الحمدللہ! کہ پندرہ روزہ الحسن کے نو سال بفضل خداوند تعالیٰ پورے ہو گئے ہیں۔ اس عرصہ میں ہماری یہ بھرپور کوشش رہی کہ رسالہ وقت پر آپ کی نذر کر سکیں۔ اس کے پہلے شمارے میں جن اغراض و مقاصد کا اظہار کیا گیا تھا انہیں حاصل کرنے کے لئے بھی کماحقہ جدوجہد جاری رہی۔ ہماری اس کاوش کے بہترین تجزیہ نگار اور ناقد تو ''الحسن'' کے وہ مستقل قارئین ہیں جو خیبر سے کراچی تک ملک کے کونے کونے میں پھیلے ہوئے ہیں البتہ ان صفحات میں ہم سالہائے گزشتہ کے مجلّہ ''الحسن'' میں شائع کئے جانے والے مضامین کا ایک سرسری سا خاکہ قارئین کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں تاکہ انہیں یہ فیصلہ کرنے میں آسانی رہے کہ ہم اپنے اغراض و مقاصد کے حصول میں کس حد تک کامیاب رہے ہیں۔

الحسن کے اجراء کا بنیادی مقصد دینِ اسلام کی تبلیغ و اشاعت ہے نیز مقامی، ملکی اور بین الاقوامی مسائل کی طرف توجہ دلانا بھی اس کے مقصد میں شامل ہے چنانچہ شذرے میں ملکی اور بین الاقوامی مسائل پر خاطر خواہ روشنی ڈالی گئی۔ خصوصاً فلسطین، بوسنیا، افغانستان اور کشمیر کے مسلمانوں کو درپیش سنگین مسائل پر اظہار خیال کر کے ان کے حل کے لئے اسلامی ممالک، حکومتِ پاکستان اور پاکستانی عوام کو اپنے اپنے فرائض اور ذمہ داریوں سے آگاہ کیا گیا۔

ہر قسم کی گروہی و لسانی اور سیاسی و مذہبی فرقہ واریت کو ختم کر کے پیار و محبت و بھائی چارے کی تلقین کی گئی تاکہ ہماری قوتیں تعمیری اور مثبت کاموں پر صرف ہو کر ملک و قوم کی ترقی و خوشحالی کی ضامن بن سکیں۔ اسی طرح ''میرا پیارا شہر'' کے عنوان پر پشاور شہر کے مقامی مسائل کی

نشاندہی کی گئی تا کہ ان مسائل کے حل کے لئے میونسپل کارپوریشن کنٹونمنٹ بورڈ اور انتظامیہ کی دیگر ذمہ دار شخصیات کی توجہ مبذول کی جائے۔

مجلہ "الحسن" میں قرآن مجید کی تفسیر باقاعدگی سے قسط وار شائع کی جاتی رہی۔ ہماری یہ خواہش ہے کہ قرآن حکیم کے عام فہم اردو ترجمہ و تفسیر سے مسلمانوں کو بہرہ مند کیا جا سکے اور نبی کریم ﷺ کی احادیث مبارکہ پر مشتمل امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی نادر ترین تالیف "خصائص نسائی" کی اردو شرح "انوار علی کرم اللہ وجہہ الکریم" کے نام سے الحسن میں چھپ چکی ہے۔ اخلاق و کردار کو سنوارنے اور برائیوں سے بچنے کے لئے تصوف کی مستند و معتبر تصنیف "سیر السلوک الی ملک الملوک" کا اردو ترجمہ پیش کیا جا چکا ہے نیز حضرت محدث کبیر شاہ محمد غوث صاحب قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی معروف و مشہور کتاب "در کسب سلوک و بیان حقیقت و معرفت" (فارسی) کا اردو ترجمہ "تجلیات غوثیہ" کے عنوان سے قسط وار پیش کیا جا چکا ہے۔ وقتاً فوقتاً اولیاء کرام رحمہم اللہ علیہم اجمعین کے سوانح حیات سے بھی قارئین کو نوازا جاتا رہا تا کہ ان مقدس اور برگزیدہ ہستیوں کے اوصاف حمیدہ سے اپنے آپ کو مزین فرمائیں۔

ان نو سالوں میں "الحسن" کے متعدد خصوصی نمبر بھی شائع کئے گئے۔ مثلاً صدیق اکبر نمبر، فاروق اعظم نمبر، ذوالنورین نمبر، امام الاولیاء سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نمبر، سید الشہداء نمبر، مختلف مواقع پر تین مرتبہ "غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ" نمبرز شائع کرنے کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔ نیز ابوالبرکات سید حسن صاحب قادری گیلانی نمبر، محدث کبیر شاہ محمد غوث نمبر، جمعیت سادات کونشن نمبر وغیرہ میں گراں قدر تحقیقی مقالات پیش کئے گئے۔

علاوہ ازیں شمارہ نمبر ۳۵ سے استفتاء مع الجواب کے عنوان سے حضرت علامہ مفتی خلیل الرحمٰن قادری گلوزوی کے فتاویٰ کا سلسلہ بھی شروع کیا گیا جن میں مختلف مذہبی مسائل پر شرعی

نقطہ نظر سے وضاحت کر کے اہل سنت کی رہنمائی کی گئی۔ الحاج صوفی مشتاق احمد صدیقی صاحب کے سلسلہ وار مضمون "شبہ لولاک ﷺ مشاہیر کی نظر میں" کو بھی علمی وادبی حلقوں میں بہت پزیرائی حاصل ہوئی۔ مشہور ومعروف بزرگ صحافی اقبال ریاض نے "شذرہ" میں ملکی اور بین الاقوامی حالات پر سیر حاصل تبصرہ کیا۔ نیز سید محمد انور شاہ قادری کی خدمات بھی لائق تحسین ہیں جنہوں نے مختلف مواقع پر گراں قدر تحقیقی مضامین قلمبند کئے۔

قارئین کی دلچسپی کے لئے "الحسن" کے صفحات میں اردو ادب پر بھی خامہ فرسائی ہوتی رہی اور نثر کے علاوہ نظم خصوصاً نعت شریف یا منقبت وغیرہ تو ہر شمارے میں مستقل طور پر جگہ پاتی رہیں اور قدیم وجدید شعراء کا کلام رسالہ کی زینت بنتا رہا۔ تبصرہ کتب کے عنوان سے نئی کتابوں پر سیر حاصل تبصرہ بھی قارئین کی خدمت میں پیش کیا جاتا رہا۔

آنحضرت ﷺ کی نظر عنایت اور حضور سیدنا غوث اعظم ؓ کی تائید وحمایت سے پندرہ روزہ "الحسن" کی اشاعت کا یہ سلسلہ بدستور جاری رہے گا تاکہ سرحد کی سنگلاخ سرزمین سے تحریر کے ذریعہ دینِ اسلام کی اشاعت وآبیاری کا کام ہوتا رہے اور قارئین اس کی برکات سے مستفید ہوتے رہیں۔

ادارہ ان تمام مصنفین حضرات کا تہہ دل سے شکر گزار ہے جنہوں نے ادارہ "الحسن" کی قلمی معاونت کی اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے محبوب حضور نبی اکرم ﷺ کے طفیل ان کو دنیوی اور اخروی کامیابیوں سے سرفراز فرمائے۔

آمین ثم آمین

نعت نبی رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سرشار صدیقی

دست بستہ جب مواجہہ سے گزر جاتا ہوں میں
نقش کی تہذیب سے کیسا نکھر جاتا ہوں میں

مدحتِ سرکار میری شاعری کا ہے جواز
گاہے گاہے از رہِ فکر و نظر جاتا ہوں میں

دل میں روشن داغ، آنکھوں میں محبت کے چراغ
ساتھ لے کر بس یہی زادِ سفر جاتا ہوں میں

میں غلام ان کا، مجھے کیا اپنے دل پہ اختیار
وہ جدھر کا حکم دیتے ہیں ادھر جاتا ہوں میں

روح بھی پھیرے لگاتی ہے بڑی سرکار میں
اکثر اپنی سب کثافت چھوڑ کر جاتا ہوں میں

امتی کس کا ہوں اور کیسے میرے اعمال ہیں
اس نظر سے آئینہ دیکھوں تو ڈر جاتا ہوں میں

اس قدر مجھ کو بلاتی ہے میرے طیبہ کی یاد
ڈوب کر ساتوں سمندر پار کر جاتا ہوں میں

گذشتہ سے پیوستہ

تفسیر القرآن الحسنیہ

مدیر اعلیٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى ۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (۲۶۲) قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ۗ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ (۲۶۳)

ترجمہ: وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں پھر جو کچھ خرچ کرتے ہیں اس کے بعد نہ احسان جتاتے ہیں اور نہ دکھ دیتے ہیں، ان کے لئے رب کے پاس اس کا بدلہ ہے نہ ان پر خوف ہوگا اور نہ حزن (۲۶۲) اچھی بات کہنا اور بخشش کرنا اس صدقہ سے بہتر ہے جس کے بعد دکھ اور ایذا دی جائے اور اللہ تعالیٰ بہت بے پرواہ ہے اور حلم والا ہے (۲۶۳)

تفسیر: اور اللہ جل جلالہ نیز ارشاد فرماتا ہے کہ تم جو مال و دولت اللہ کی راہ میں خرچ کرو تو صرف اور صرف رضائے الٰہی کے لئے مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے خرچ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تم اس بھلائی اور نیکی کے خرچ کرنے کے بعد اس کا احسان جتاتے پھرو اور اس میں نام و نمود پیدا ہو، لہٰذا ارشاد فرمایا کہ جب تم خرچ کرو تو نہ احسان جتاؤ اور نہ اس کے دکھ کا باعث بنو، جس کو دو۔

صرف یہ بھروسہ اور اعتماد رکھو کہ اس کا اجر اللہ تعالیٰ ہی عطا فرمائے گا، تمہارے خرچ کرنے کا مقصد کوئی غرض نہ ہو، اس میں کسی قسم کی ریاکاری اور دکھاوا نہ ہو بلکہ صرف رضائے الٰہی مقصود ہو تو جب لوگ اسی نیک نیتی سے خرچ کرتے ہیں تو اللہ جل جلالہ کی طرف سے قیامت کے دن کوئی خوف وحزن ان پر نہ ہوگا۔ اللہ جل جلالہ تو مسلمانوں کا ایک درست اور پاکیزہ معاشرہ ترتیب دے رہا ہے کہ یہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے ہیں ان کو تو چاہئے کہ اچھی بات کریں۔ بجائے جھڑکنے، برا کہنے کے ان کا طرۂ امتیاز یہ ہو کہ وہ نیکی کی بات اور اچھا سلوک کریں کیونکہ تمہارا درگزر کرنا اس سے

بہت بہتر ہے کہ تم سائل کو جھڑکو اور اسے برا بھلا کہو اور یاد رکھو کہ اللہ جل جلالہ بہت بے پروا اور حلم والا ہے یعنی تمہارے اس خرچ کرنے کی اللہ تعالیٰ کو ذرہ برابر بھی پرواہ نہیں بلکہ یہ تمہارے لئے ہی بہتری اور اچھائی ہے۔

صاحب تفسیر اکسیر اعظم آیہ کریمہ الذین ینفقون اموالھم کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

"یعنی جو صدقہ اللہ کے نزدیک مقبول ہے اس میں یہ بھی شرط ہے کہ اس کے بعد نہ احسان جتاؤ اور نہ ایذا دو۔ صدقہ دینے کے بعد صدقہ لینے والے پر احسان جتانا گناہ کبیرہ ہے۔ چنانچہ صحیحین میں روایت ہے کہ صدقہ کا احسان جتانے والا بھی ان تین میں سے ہے جن کی طرف اللہ قیامت کے دن نظر بھی نہ کرے گا اور نہ ان کے گناہ معاف کرے گا اور ان کے لئے بڑا عذاب ہوگا۔ کسی سے یہ کہنا کہ ہم نے تجھ کو اتنے مرتبہ صدقہ دیا ہے اور یا اوروں کے سامنے یہ کہنا کہ ہم نے فلانے شخص کو صدقہ دیا ہے، احسان جتانا اور ایذا دینا ہے۔ عبدالرحمٰن بن یزید کا قول ہے کہ اگر تو نے کسی شخص کو کچھ دیا ہو اور تو سمجھے کہ تیرے سلام سے بھی وہ شرماتا ہے تو اس کو سلام کرنا بھی چھوڑ دے اور ایذا دینے سے مراد یہ ہے کہ جو کچھ اس کو دیا ہے اس کی وجہ سے اس کی شکایت کرے۔"[1]

(جاری ہے)

---

[1] مولانا احتشام الدین مراد آبادی تفسیر اکسیر اعظم جلد ثالث مطبع احتشامیہ مراد آباد صفحہ ۱۱۰

از نگاہ مصطفیٰ

شاعر مشرق علامہ محمد اقبال مرحوم

تو غنی از ہر دو عالم، من فقیر
روز محشر عذر ہائے من پذیر
گر تو می بینی حسابم ناگزیر
از نگاہ مصطفیٰ پنہاں بگیر

گذشتہ سے پیوستہ

شہہ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشاہیر کی نظر میں

پرنسپل (ریٹائرڈ) الحاج صوفی مشتاق احمد صدیقی

واللیل تیرے گیسوئے مشکیں کی ہے ثنا   والشمس ہے تیرے رخ پُر نور کی قسم

بہادر شاہ ظفر نے سرخیل مرسلین کے گیسوئے تابدار کی گھنی چھاؤں اور رخِ پرنور کی جلوہ سامانیوں کو بڑے پیارے انداز میں شعر کا جامہ پہنایا ہے۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک دوسرا ثنا خواں ماہر القادری حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت عالی میں عقیدت کے پھول یوں نچھاور کرتا ہے۔

جبین و رخِ محمد کے تجلی ہی تجلی ہیں   کسے شمس الضحیٰ کہیے کسے بدر الدجیٰ کہیے

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان غلاموں نے آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رخ انور اور گیسوئے مشکیں کی تابناکی کو بڑے دلکش الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ مختلف مکاتب فکر اور مسالک نظر کے داعی علماء کرام حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کس زاویہ نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

سورہ --- والضحی والیل اذا سجی ما ودعک ربک و ما قلی --- فحدث

بقول مولوی نذیر احمد دہلوی

"اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم کو چاشت کے وقت کی قسم اور رات کی قسم جب سب چیزوں کو ڈھانک لے کہ تمہارا پروردگار نہ تو تم سے دستبردار ہوا اور نہ (کسی طور) ناخوش ہوا۔ البتہ آخرت تمہارے لئے اس دنیا سے کہیں بہتر ہیں۔ تمہارا پروردگار آگے چل کر تم کو اتنا کچھ دے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے، کیا اس نے تم کو یتیم نہیں پایا، پھر جگہ دی اور تم کو دیکھا کہ راہ حق کی تلاش میں پریشان (بھٹکے بھٹکے) پھر رہے ہو تو تمہیں دینِ اسلام کا سیدھا راستہ دکھا دیا اور تم کو مفلس پایا تو اس نے غنی کر دیا۔ پس یتیم پر کسی طرح کا ظلم نہ کرنا اور نہ سائل کو جھڑکنا اور لوگوں سے اپنے پروردگار کے احسانات کا تذکرہ کرتے رہنا (کہ یہ بھی شکر گزاری کا ایک طریقہ ہے)"۔

اسی مکتب فکر کے ایک دوسرے مترجم اور مفسر مولانا محمد جونا گڑھی اور مولانا صلاح الدین یوسف اس مبارک سورہ کی تشریح یوں کرتے ہیں

''قسم ہے چاشت کے وقت کی اور قسم ہے رات کی جب چھا جائے نہ تو تیرے رب نے تجھے چھوڑا ہے اور نہ وہ بیزار ہو گیا ہے یقیناً تیرے لئے انجام، آغاز سے بہتر ہو گا یقیناً تیرا رب تجھے بہت جلد انعام دے گا اور تو راضی اور خوش ہو جائے گا (اس سے دنیا کی فتوحات اور آخرت کا اجر و ثواب مراد ہے اس میں وہ حق شفاعت بھی داخل ہے جو آپ ﷺ کو اپنی امت کے گنہگاروں کے لئے ملے گا) کیا اس نے یتیم پا کر تمہیں جگہ نہیں دی اور تجھے راہ بھولا پا کر ہدایت نہیں دی اور تجھے نادار پا کر تونگر نہیں بنا دیا۔ پس یتیم پر تو بھی سختی نہ روا رکھ (بلکہ اس کے ساتھ نرمی اور احسان کا معاملہ کر) اور نہ سوال کرنے والے کو ڈانٹ ڈپٹ یعنی اس کے ساتھ سختی اور تکبر نہ کر اور نہ درشت اور تلخ لہجہ اختیار کر بلکہ جواب دینا ہو تو پیار و محبت سے دو اور اپنے رب کی نعمتوں کو بیان کرتے رہو''۔

اسی مسلک فکر کے ایک دوسرے عالم مولانا اشرف علی تھانوی سورہ کی شان نزول کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں

''ایک بار آپ نے کسی بیماری کی وجہ سے دو تین رات شب بیداری نہیں کی۔ ایک کافرہ نے طنزاً کہا معلوم ہوتا ہے تمہارے شیطان (نعوذ باللہ) نے تم کو چھوڑ دیا ہے۔ وحی میں دیر ہو گئی تھی اس پر یہ سورت نازل ہوئی۔ صورت کے معانی کی وضاحت کرتے ہوئے یوں تحریر کرتے ہیں۔ قسم ہے دن کی روشنی کی اور رات کی جب وہ قرار پکڑے (آگے جواب قسم ہے) کہ آپ کے پروردگار نے نہ آپ کو چھوڑا اور نہ آپ سے دشمنی کی (کیونکہ اولاً تو آپ سے کوئی بات ایسی سرزد نہیں ہوئی ثانیاً انبیاء علیہم السلام کے واسطے سے یہ امر عادۃ اللہ میں محال ہے پس آپ کفار کے خرافات اور لغویات سے محزون نہ ہو جایئے گا، آپ برابر نعمت وحی سے مشرف رہیں گے) آخرت آپ کے لئے دنیا سے بدرجہا بہتر ہے جہاں آپ کو اس سے زیادہ نعمتیں ملیں گی اور عنقریب آپ کو اللہ پاک آخرت میں بکثرت نعمتیں دے گا پس آپ خوش ہو جایئے۔ پھر فرمایا کیا اللہ جل جلالہ نے آپ کو یتیم نہیں پایا، پھر

آپ کو ٹھکانہ دیا۔ نیز اللہ پاک نے آپ کو شریعت سے بے خبر پایا سو آپ کو شریعت کی نعمت عطا کی پھر اللہ پاک نے آپ کو نادار پایا، سو مالدار بنا دیا (یعنی بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے تجارت کے مال سے مضارب ہوئے اور شادی کے بعد ان کے منافع میں شریک ہوئے) تو آپ ان انعامات کے شکریہ میں یتیم پر سختی نہ کیجئے اور نہ سائل کو جھڑکئے (یہ شکر فعلی ہے) اور اپنے رب کے انعامات کا تذکرہ کرتے رہا کیجئے (یعنی زبان سے قولی شکر بھی کیجئے)"۔

دیوبندی مکتب فکر کے دو معتبر اور بالغ نظر علماء شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب اور شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی سورہ والضحیٰ کی تشریح اور توضیح کرتے ہوئے یوں بیان کرتے ہیں:

"قسم ہے دھوپ چڑھتے وقت کی اور رات کی جب چھا جائے (روایات صحیحہ میں ہے کہ جبرئیل امین کچھ دنوں تک رسول اللہ ﷺ کے پاس نہیں آئے یعنی وحی کا سلسلہ بند رہا، مشرکین کہنے لگے لیجئے محمد ﷺ کو اس رب نے رخصت کر دیا اس کے جواب میں یہ آیات نازل ہوئیں، میرا گمان یہ ہے (واللہ اعلم)

(یہ زمانہ فترۃ الوحی کا ہے جب سورہ اقراء کی ابتدائی آیات نازل ہونے کے بعد ایک طویل مدت تک وحی رکی رہی تھی اور حضور ﷺ خود اس فترت کے زمانے میں سخت مغموم و مضطرب رہتے تھے تا آنکہ فرشتہ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یا ایھا المدثر کا خطاب سنایا۔ اغلب ہے کہ اس وقت مخالفوں نے اس طرح کی چہ میگوئیاں کی ہوں چنانچہ ابن کثیر نے محمد بن اسحاق وغیرہ سے جو الفاظ نقل کئے ہیں وہ اسی احتمال کی تائید کرتے ہیں۔ ممکن ہے کہ اس دوران میں وہ قصہ بھی پیش آیا ہو جو بعض احادیث صحیحہ میں بیان ہوا ہے کہ ایک دفعہ بیماری کی وجہ سے دو تین رات تک نہ اٹھ سکے تو ایک خبیث عورت کہنے لگی، اے محمد (ﷺ) معلوم ہوتا ہے تیرے شیطان نے تجھ کو چھوڑ دیا ہے" (العیاذ باللہ) غرض ان سب خرافات کا جواب سورۃ والضحیٰ میں دیا گیا ہے)۔

پہلے قسم کھائی دھوپ چڑھتے وقت اور اندھیری رات کی پھر فرمایا سب خیالات غلط ہیں، نہ تیرا رب تجھ سے ناراض اور بیزار ہوا، نہ تجھ کو رخصت کیا بلکہ جس طرح وہ ظاہر میں اپنی قدرت اور حکمت کے مختلف نشان ظاہر کرتا ہے اور دن کے پیچھے رات اور رات کے پیچھے دن کو لاتا ہے یہی کیفیت باطنی

خیالات کی سمجھو، اگر سورج کی دھوپ کے بعد رات کی تاریکی کا آنا اللہ کی خفگی اور ناراضی کی دلیل نہیں اور نہ اس کا ثبوت ہے کہ اس کے بعد دن کا اجالا کبھی نہ ہوگا تو چند روز تک نور وحی کے رکے رہنے سے یہ کیونکر سمجھ لیا جائے کہ آج کل خدا اپنے منتخب کئے ہوئے پیغمبر سے خفا اور ناراض ہو گیا ہے اور ہمیشہ کے لئے نزول وحی کا دروازہ بند کر دیا ہے، ایسا کہنا تو خدا کے علم محیط اور حکمت بالغہ پر اعتراض کرنا ہے گویا اسے نعوذ باللہ خبر نہ تھی کہ جس کو میں نبی بنا رہا ہوں وہ آئندہ چل کر اس کا اہل ثابت نہ ہوگا۔

وللآخرۃ خیر لک من الاولی — آپ کی آنے والی حالت پہلی حالت سے کہیں ارفع و اعلیٰ ہے یہ چند روزہ رکاوٹ آپ نے نزول و انحطاط کا سبب نہیں بلکہ بیش از بیش عروج و ارتقاء کا ذریعہ ہے اور اگر آخرت کی شان وشکوہ کا تصور کیا جائے جبکہ آدم اور آدم کی ساری اولاد آپ کے جھنڈے تلے جمع ہوگی تو اس وقت کی بزرگی اور فضیلت تو دنیاوی اعزاز و اکرام سے بدرجہا بڑھ کر ہے۔

ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ --- اور آگے تیرا رب تجھے وہ کچھ دے گا کہ تو راضی ہو جائے گا (حدیث شریف میں آیا ہے کہ محمد ﷺ راضی نہ ہوگا جب تک اس کی امت کا ایک آدمی بھی دوزخ میں رہے)۔

الم یجدک یتیما فاویٰ --- بھلا نہیں پایا ہم نے آپ کو یتیم، پھر جگہ دی (آپ کی یتیمی کی کفالت چھ برس تک والدہ ماجدہ نے کی، ان کی وفات کے بعد آٹھ سال تک دادا حضرت عبدالمطلب نے کی، آخر اس دُرِ یتیم اور نادرہ روزگار ہستی کی ظاہری تربیت و پرورش کی سعادت آپ کے شفیق چچا حضرت ابو طالب کے حصہ میں آئی۔ انہوں نے زندگی بھر آپ کی نصرت وحمایت اور تکریم و تبجیل میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ ہجرت سے کچھ پہلے چچا بھی دنیا سے رخصت ہو گئے، چند روز بعد یہ امانت الٰہی اللہ جل جلالہ کے حکم سے انصارِ مدینہ کے گھر پہنچی۔ ''اوس'' اور ''خزرج'' کی قسمت کا ستارہ جاگ اٹھا اور انہوں نے اس کی حفاظت یوں کی جس کی نظیر چشمِ فلک نے کبھی نہ دیکھی ہوگی یہ سب صورتیں درجہ بدرجہ ایوا کے تحت میں داخل ہوئیں۔ (ابن کثیر)

ووجدک ضالا فھدیٰ --- اور پایا تمہیں بھٹکتا (یعنی سرگردان) پھر راہ سجھائی (یعنی

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نوجوانی کے عالم میں بھی قوم کے مشرکانہ اطوار اور بیہودہ رسم وراہ سے سخت بیزار تھے اور قلب میں خدائے واحد کی عبادت کا جذبہ پورے ذوق وشوق کے ساتھ موجزن تھا۔ عشقِ الٰہی کی آگ سینۂ مبارک میں بڑی تیزی سے بھڑک رہی تھی اور ہدایتِ خلق کی اس اکمل ترین استعداد کا چشمہ جو تمام عالم سے بڑھ کر نفسِ قدسی میں ودیعت کیا گیا تھا اندر ہی اندر جوش مارتا تھا لیکن کوئی صاف کھلا اور مفصل راستہ اور دستور العمل بظاہر دکھائی نہ دیتا تھا جس سے اس عرش وکرسی سے زیادہ وسیع قلب کو تسکین ہوتی۔ اسی جوشِ طلب اور فرطِ محبت میں آپ بے قرار وسرگرداں پھرتے، غاروں اور پہاڑوں میں جا کر مالکِ حقیقی کو یاد کرتے اور محبوبِ حقیقی کو پکارتے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے غارِ حرا میں فرشتہ کو وحی دے کر بھیجا اور وصول الی اللہ اور اصلاح خلق کی تفصیلی راہیں آپ پر کھول دیں یعنی دینِ حق نازل فرمایا۔ یہاں ضالا کا معنی کرتے وقت سورہ یوسف کی آیت قالوا تاللہ انک لفی ضلالک القدیم کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔

ووجدک عائلا فاغنی --- اور پایا تمہیں مفلس پھر غنی کر دیا (یعنی بی بی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تجارت میں آپ مضارب ہو گئے جس سے نفع ملا اور حضرت خدیجہ سے نکاح کے بعد سارا مال اسباب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا گیا، یہ تو ظاہری غنا تھی باقی آپ کے قلبی اور باطنی غنا کا درجہ تو وہ غنیٌ عن العالمین ہی جانتا ہے کوئی بشر اس کا اندازہ نہیں کر سکتا۔ حاصل کلام یہ کہ آپ ابتداء ہی سے موردِ انعامات رہے ہیں، آئندہ بھی رہیں گے۔ جس پروردگار نے اس شان سے آقا کی تربیت فرمائی کیا وہ خفا ہو کر یوں ہی درمیان میں چھوڑ دے گا (استغفر اللہ)

فاما الیتیم فلا تقہر --- پس تم یتیم کو نہ ڈانٹو (یعنی جیسے اللہ نے تمہیں یتیمی میں ٹھکانا دیا تم بھی یتیموں کو ٹھکانا دو، اسی طرح کے مکارم اخلاق اپنانے سے بندہ اللہ کے رنگ میں رنگا جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے صبغۃ اللہ و من احسن من اللہ صبغہ یعنی اللہ کا رنگ بڑا حسین ہے، کون ہے جو اللہ کے رنگ سے زیادہ حسین ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے انا و کافل الیتیم کھاتین و اشار الی السبابۃ والوسطی یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا (جنت

میں) ایک دوسرے کے اتنے قریب ہوں گے جتنا کہ پہلی اور دوسری انگلی کے درمیان فاصلہ ہے۔

و اما السائل فلا تنھر --- اور مانگنے والے کو مت جھڑکو (یعنی تم نادار تھے سو اللہ تعالیٰ نے غنا عطا فرمایا لہٰذا شکر گذار بندے کا حوصلہ ہونا چاہئے کہ مانگنے والوں اور حاجت مندوں کے تقاضوں سے گھبرا کر جھڑکنے، ڈانٹنے کا شیوہ نہ اختیار کرے بلکہ فراخدلی اور خوش اخلاقی سے پیش آئے۔ احادیث میں سائلین کے مقابلہ پر آپ کی وسعتِ اخلاق کے جو قصے منقول ہیں وہ بڑے سے بڑے مخالف کو آپ اخلاق کا گرویدہ بنا دیتے ہیں۔ صاحبِ "روح المعانی" کے مطابق سائل کو ڈانٹ ڈپٹ کی ممانعت اس صورت میں ہے جب وہ نرمی سے مان جائے ورنہ اگر اڑی لگا کر کھڑا ہو جائے اور کسی طرح نہ مانے تو پھر زجر جائز ہے۔

و اما بنعمة ربک فحدث --- اور اپنے رب کا احسان بیان کرتے رہو (یعنی محسن کے احسانات کا بیان بہ نیت شکر گذاری (نہ بقصد فخر و مباہات) چرچا کرنا شرعاً محمود ہے۔ لہٰذا جو انعامات اللہ تعالیٰ نے آپ پر فرمائے ان کو بیان کیجئے خصوصاً وہ نعمت جس کا ذکر و وجدک ضالاً فھدیٰ میں ہوا اس کا لوگوں میں پھیلانا اور کھول کھول کر بیان کرنا تو آپ کا فرض منصبی ہے۔ شاید حضور ﷺ کے ارشادات کو جو حدیث کہا جاتا ہے وہ لفظ فحدث سے لیا گیا --- واللہ اعلم"۔

سورۂ والضحیٰ کے ضمن میں ڈاکٹر غلام جیلانی برق اپنی کتاب "دو قرآن" میں اس سورہ کا شانِ نزول بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حدیث میں مذکور ہے کہ کچھ عرصہ کے لئے آنحضرت ﷺ پر وحی کا نزول بند ہو گیا تھا۔ اس سے آپ کی طبیعت مبارک مکدر ہونے لگی اور کفار طعنے دینے لگے کہ لو آپ کی رسالت ختم ہو گئی۔ کچھ عرصہ کے بعد یہ سورت مبارک نازل ہوئی۔ جس طرح دنیا میں لیل و نہار کا سلسلہ قائم ہے اور ہر دو الٰہی نعمت ہیں اسی طرح وحی کا آنا یومِ رسالت اور رک جانا شبِ رسالت ہے، یہ ہر دو رحمت ہیں۔ جس اللہ نے ایک یتیم پر اس قدر نوازشیں کیں کہ اسے پالا، دشمنوں سے بچایا، تاجِ رسالت سر پر رکھا، اور چوپان سے سلطانِ عالم بنا ڈالا تو کیا آئندہ کے لئے اسے اپنی نوازشوں سے محروم کر دے گا"۔

سورۃ کے معانی بیان کرتے ہوئے یوں تحریر کرتے ہیں

"روزِ روشن اور شبِ سیاہ کی قسم اللہ نے نہ تو تمہیں رخصت کیا اور نہ وہ ناراض ہے، تمہارا انجام آغاز سے بہتر ہوگا۔ (دنیا نے دیکھ لیا کہ یہ پیش گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی) وہ تمہیں یوں کامیاب بنائے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے، تم ایک یتیم تھے ہم نے تمہیں اپنی پناہ میں لیا، تم اصلاح قوم کے وسائل سوچنے میں حیران تھے اور اسی ایک خیال میں کھوئے ہوئے تھے (ضالا) پس ہم نے تمہیں فوز وفلاح کے گر بتائے (فھدیٰ)، تم فقیر تھے ہم نے علم وسلطنت دیکر تمہیں دولت مند بنایا۔ (تم یتیمی کی زندگی بسر کر چکے ہو) اس لئے یتیموں پر رحم کھایا کرو، سائل کو مت ڈانٹو، اور الٰہی نعمتوں کا ہر جگہ ذکر کیا کرو"۔

ڈاکٹر برق نے ایک فہمیدہ مفکر اور رسالت مآب ﷺ کے مقام کی عظمت وتوقیر کے رمز شناس کی مانند و وجدک ضالاً فھدیٰ کی توضیح جس محبت آفریں انداز میں کی وہ لائق تحسین ہے یعنی اے پیارے رسول (ﷺ) تم اصلاح قوم کے وسائل سوچنے میں حیران تھے اور اسی ایک خیال میں کھوئے تھے ہم نے تم کو فوز وفلاح کے گر بتائے۔

علامہ سید محمود احمد رضوی سورہ والضحیٰ کی مختصر وضاحت کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں

"جب کچھ عرصہ حضور پر نزول وحی میں دیر ہوئی تو کافر بولے اللہ نے رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ دیا اور دشمن بنا لیا ہے، اس پر خداوند قدوس وبرتر نے جواب میں فرمایا والضحی واللیل اذا سجی ما ودعک ربک و ما قلی یعنی قسم ہے اے محبوب ﷺ تیرے روئے روشن کی اور قسم ہے تیری زلف عنبریں کی جب وہ تیرے چمکتے رخساروں پر بکھر آئیں، تمہیں تمہارے رب نے نہ چھوڑا، نہ مکروہ جانا

واللیل تیرے گیسوئے مشکیں کی ہے ثنا والشمس ہے ترے رخ پُر نور کی قسم

بعض مفسرین نے فرمایا ضحیٰ سے نورِ جمالِ مصطفیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے اور لیل کنایہ ہے حضور کے گیسوئے عنبریں سے (روح البیان)

بریلوی مکتب فکر کے ایک جید عالم صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی "خزائن العرفان" میں سورۃ والضحیٰ کی شان نزول کے سلسلہ میں فرماتے ہیں

"ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ چند روز وحی نہ آئی تو کفار نے بطریق طعن کہا کہ محمد (ﷺ) کو ان کے رب نے چھوڑ دیا اور مکروہ جانا، اس پر والضحیٰ نازل ہوئی۔

والضحیٰ والیل اذا سجی -- یعنی چاشت کی قسم (جس وقت کہ آفتاب بلند ہو یہ وقت وہی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے کلام میں مشرف کیا اور جادوگر اسی وقت سجدے میں گرے۔ **مسئلہ** چاشت کی نماز سنت ہے، اس کا وقت آفتاب کے بلند ہونے سے قبل زوال تک ہے۔ امام صاحب کے نزدیک چاشت کی نماز دو رکعتیں ہیں یا چار)۔ بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ ضحیٰ سے دن مراد ہے اور رات کی قسم جب پردہ ڈالے (اور اس کی تاریکی عام ہو جائے، امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ چاشت سے مراد وہ چاشت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ چاشت سے اشارہ ہے نور جمال مصطفیٰ ﷺ کی طرف اور شب کنایہ ہے آپ کے گیسوئے عنبریں سے -- روح البیان)۔

ما ودعک ربک و ما قلی -- یعنی تمہیں تمہارے رب نے نہ چھوڑا اور نہ مکروہ جانا۔

وللآخرۃ خیر لک من الاولی یعنی بے شک پچھلی تمہارے لئے پہلی سے بہتر ہے (یعنی آخرت دنیا سے بہتر کیونکہ وہاں آپ کے لئے مقامِ محمود و حوضِ مورود و خیرِ موعود اور تمام انبیاء و رسل پر تقدم اور آپ کی امت کا تمام امتوں پر گواہ ہونا اور آپ کی شفاعت سے مومنین کے مرتبے اور درجے بلند ہونا اور بے انتہا عزتیں اور کرامتیں ہیں جو بیان میں نہیں آسکتیں اور مفسرین نے اس کے یہ معنی بیان فرمائے ہیں کہ آنے والے احوال آپ کے لئے گذشتہ سے بہتر و برتر ہیں۔ گویا کہ حق تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ روز بروز آپ کے درجے بلند کرے گا اور عزت پر عزت اور منصب پر منصب زیادہ فرمائے گا اور ساعت بساعت آپ کے مراتب ترقیوں میں رہیں گے)۔

و لسوف یعطیک ربک فترضی -- یعنی بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا کچھ دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے (اللہ تعالیٰ کا اپنے حبیب ﷺ سے یہ وعدہ کریمہ ان نعمتوں پر بھی شامل ہے جو آپ کو دنیا میں عطا فرمائیں۔ کمالِ نفس اور علومِ اولین و آخرین اور ظہورِ امر اور اعلائے

دین اور وہ فتوحات جو عہدِ مبارک میں ہوئیں اور عہدِ صحابہ میں ہوئیں اور تا قیامت مسلمانوں کو ہوتی رہیں گی اور دعوت کا عام ہونا اور اسلام کا مشارق و مغارب میں پھیل جانا اور آپ کی امت کا بہترین امم ہونا اور آپ کی وہ کرامات و کمالات جن کا اللہ ہی عالم ہے اور آخرت کی عزت و تکریم کو بھی شامل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شفاعت عامہ و خاصہ اور مقام محمود وغیرہ جلیل نعمتیں عطا فرمائیں۔ مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دونوں دست مبارک اٹھا کر امت کے حق میں رو کر دعا فرمائی اور عرض کیا اللھم امتی امتی اللہ تعالیٰ نے جبرئیل کو حکم دیا کہ محمد (ﷺ) کی خدمت میں جا کر دریافت کرو، رونے کا کیا سبب ہے باوجودیکہ اللہ تعالیٰ دانا ہے، جبرئیل نے حسب حکم حاضر ہو کر دریافت کیا، سیدِ عالم ﷺ نے انہیں دل کا تمام حال بتایا اور غم امت کا اظہار کیا، جبرئیل امین نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا کہ تیرے حبیب یہ فرماتے ہیں، باوجودیکہ وہ خوب جاننے والا ہے اللہ تعالیٰ نے جبرئیل امین کو حکم دیا جاؤ اور میرے حبیب سے کہو کہ ہم آپ کو آپ کی امت کے بارے میں عنقریب راضی کریں گے اور آپ کو گراں خاطر نہ ہونے دیں گے۔ حدیث شریف میں ہے جب یہ آیت نازل ہوئی سیدِ عالم ﷺ نے فرمایا جب تک میرا ایک امتی بھی دوزخ میں رہے میں راضی نہ ہوں گا۔ آیت کریمہ صاف دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ وہی کرے گا جس میں رسول راضی ہوں اور احادیث شفاعت سے ثابت ہے کہ رسول ﷺ کی رضا اسی میں ہے کہ سب گنہگارانِ امت بخش دیئے جائیں۔ تو آیت و احادیث سے قطعی طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضور کی شفاعت مقبول اور حسب مرضیٔ مبارک گنہگارانِ امت بخشے جائیں۔ سبحان اللہ کیا رتبہ علیا ہے کہ جس پروردگار کو راضی کرنے کے لئے تمام مقربین تکلیفیں برداشت کرتے اور محنتیں اٹھاتے ہیں، وہ اس حبیب اکرم ﷺ کو راضی کرنے کے لئے عطاءِ عام کرتا ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان نعمتوں کا ذکر فرمایا، جو آپ کے ابتدائے حال سے آپ پر فرمائیں۔

الم یجدک یتیما فاوی ـــ یعنی کیا اس نے تمہیں یتیم نہ پایا پھر جگہ دی (سید عالم ﷺ ابھی شکمِ مادر میں تھے کہ والد صاحب نے مدینہ شریف میں وفات پائی، آپ کی کفالت دادا

عبدالمطلب نے کی، چار یا چھ سال کی عمر میں والدہ صاحب نے بھی وفات پائی، آٹھ سال کی عمر میں دادا بھی داغ مفارقت دے گئے۔ وفات کے وقت آپ نے فرزند ابو طالب کو جو آپ کے حقیقی چچا تھے، آپ ﷺ کی خدمت ونگرانی کی وصیت کی۔ ابو طالب آپ کی خدمت میں سرگرم رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت سے سرفراز فرمایا۔ بعض مفسرین نے اس آیت کی تفسیر یوں کی ہے کہ یتیم کے معنی یکتا اور بے نظیر کے ہیں جیسے کہ کہا جاتا ہے درّہ یتیمہ۔ اس تقدیر پر آیت کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عزوشرف میں یکتا وبے نظیر پایا، آپ کو مقام قرب میں جگہ دی اور اپنی حفاظت میں آپ کے دشمنوں کے اندر آپ کی پرورش فرمائی اور آپ کو نبوت اصطفاو رسالت کے ساتھ مشرف فرمایا۔ (خازن، جمل، روح البیان)

ووجدک ضالاً فھدیٰ --- یعنی تمہیں اپنی محبت میں خودرفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی (غیب کے اسرار آپ پر کھول دیئے اور علوم ماکان ومایکون عطا کئے۔ اپنی ذات وصفات کی معرفت میں سب سے بلند مرتبہ عنایت کیا۔ مفسرین نے اس آیت کے ایک معنی یہ بھی بیان کئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا وارفتہ پایا کہ اپنے نفس اور اپنے مراتب کی خبر بھی نہیں رکھتے تھے تو آپ کو آپ کی ذات وصفات اور مراتب ودرجات کی معرفت عطا فرمائی۔ یہاں یہ مسئلہ قابلِ غور ہے کہ انبیاء علیہم السلام سب معصوم ہوتے ہیں، نبوت سے قبل بھی، نبوت سے بعد بھی اور اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی صفات کے ہمیشہ سے عارف ہوتے ہیں)۔

ووجدک عائلاً فاغنیٰ --- یعنی تمہیں حاجت مند پایا پھر غنی کردیا (دولتِ قناعت عطا فرما کر، مسلم اور بخاری کی حدیث میں ہے کہ تونگری کثرتِ مال سے حاصل نہیں ہوتی حقیقی تونگری نفس کا بے نیاز ہونا ہے)۔

فاما الیتیم فلا تقھر --- یعنی تم یتیم پر دباؤ نہ ڈالو (جیسا کہ اہلِ جاہلیت کا طریقہ تھا کہ یتیموں کو دباتے اور ان پر زیادتی کرتے تھے۔ ایک حدیث شریف میں سید عالم ﷺ نے فرمایا مسلمانوں کے گھروں میں وہ بہت اچھا گھر ہے جس میں یتیم کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا ہو اور وہ

بہت برا گھر ہے جس میں یتیم کے ساتھ برا برتاؤ کیا جاتا ہے۔

و اما السائل فلا تنھر --- یعنی منگتے کو نہ جھڑکو (یا کچھ دے دیا کرو یا حسنِ اخلاق اور نرمی کے ساتھ عذر کر دو۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ سائل سے طالبِ علم مراد ہے اس کا اکرام کرنا چاہئے اور جو اس کی حاجت ہو اس کا پورا کرنا چاہئے اور اس کے ساتھ ترش روئی اور بد خلقی نہ کرنی چاہئے)۔

و اما بنعمۃ ربک فحدث --- یعنی اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو (نعمتوں سے مراد وہ نعمتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو عطا فرمائیں اور وہ بھی جن کا حضور سے وعدہ فرمایا۔ نعمتوں کے ذکر کا اس لئے حکم فرمایا کہ نعمت کا بیان کرنا شکر گذاری ہے)۔

آیئے دیکھتے ہیں بریلوی مکتبِ فکر کے ایک دوسرے متبحر عالم پیر محمد کرم شاہ الازہری اپنی تفسیر "ضیاء القرآن" میں سورۃ والضحیٰ کی تشریح کس انداز میں کرتے ہیں۔

"شیخین کی روایت کے مطابق حضور نبی کریم ﷺ علالتِ طبع کے باعث دو تین روز سحری کے وقت بیدار ہو کر مصروفِ عبادت نہ ہوئے تو ابولہب کی بیوی ام جمیل جو آپ کے پڑوس میں رہتی تھی وہ آئی اور کہنے لگی "میں دیکھتی ہوں تمہارے شیطان نے تمہیں چھوڑ دیا ہے" (نعوذ باللہ) اس کی گستاخی کے جواب میں یہ سورہ پاک نازل ہوئی۔ دوسری روایت کے مطابق شروع شروع میں کچھ عرصہ نزولِ وحی کا سلسلہ جاری رہا پھر یک دم چند روز تک وحی کا آنا بند ہو گیا۔ حضور کی طبعِ مبارک پر یہ بہت گراں گذرا۔ کفار نے طعنہ زنی شروع کر دی کہ محمد (ﷺ) کو خدا نے چھوڑ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کے خرافات کی تردید کی خاطر یہ سورت نازل فرمائی اور اپنے محبوب کریم کو تسلی دی کہ پریشان نہ ہوں جس طرح دن کی روشنی کے بعد رات کی تاریکی میں گوناگوں حکمتیں ہیں اسی طرح نزولِ وحی اور پھر اس کے بعد انقطاع میں بھی بڑی بڑی حکمتیں مضمر ہیں۔

جب سورج پوری آب و تاب سے چاشت کے وقت چمکنے لگتا ہے اس وقت کو الضحیٰ کہتے ہیں۔

علامہ قرطبی اور کئی دیگر مفسرین نے لکھا ہے کہ الضحیٰ کا لفظ رات کے مقابلہ میں ذکر کیا جائے تو اس سے مراد سارا دن ہوتا ہے۔ والیل اذا سجی یعنی قسم ہے رات کی جب وہ سکون کے ساتھ چھا جائے

(جب رات خوب تاریک ہو جائے اور ہر سمت آرام و سکون پھیل جائے ۔حضرت امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے کہ ضحیٰ سے مراد وہ دن ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا اور رات سے مراد شب معراج ہے (قرطبی)''

آیئے دیکھتے ہیں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی ''تفسیر عزیزی'' میں والضحی واللیل کی وضاحت کرتے ہوئے کس محبت آمیز الفاظ میں گل افشانی کرتے ہیں۔ شاہ صاحب کی فارسی تحریر کا ترجمہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے

''بعض مفسرین نے کہا ہے کہ ضحیٰ سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا دن اور لیل سے مراد شب معراج ہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ ضحیٰ سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رخ انور ہے اور لیل سے زلفِ عنبریں ،بعض نے فرمایا کہ ضحیٰ سے مراد نورِ علم ہے جو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا تھا جس کے سبب سے عالمِ غیب کے مخفی اسرار بے نقاب اور منکشف ہوئے اور لیل سے مراد حضور کا عفو و در گزر کا خلق ہے جس نے امت کے عیبوں کو ڈھانپ دیا۔ بعض علماء کا ارشاد ہے کہ دن سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری احوال ہیں جن سے مخلوق آگاہ ہے اور رات سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال باطن ہیں جن کو علام الغیوب کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔

ما ودعک ربک وما قلی --- یعنی نہ آپ کے رب نے آپ کو چھوڑا اور نہ ہی وہ ناراض ہوا (روشن دن اور تاریک و پرسکوں رات کی قسم کھا کر کفار کے اعتراضات اور مطاعن کی تردید کرتے ہوئے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی دلجوئی کر دی کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے پروردگار نے نہ تو آپ کو چھوڑا ہے اور نہ وہ آپ سے ناراض ہوا ہے بلکہ وحی کے نزول میں اس کی حکمت تھی اور اس کے انقطاع میں بھی کئی اسرار مضمر ہیں)۔

وللآخرۃ خیر لک من الاولی --- یعنی ہر آنے والی گھڑی یقیناً آپ کے لئے پہلی سے بدرجہا بہتر ہے (اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم) آپ پر آپ کے رب کے لطف و کرم اور انعام و احسان کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا۔ ہر آنے والی ساعت گزری ہوئی ساعت سے، ہر آنے والی گھڑی گذری ہوئی

گھڑیوں سے، ہر آنے والی حالت گزشتہ حالت سے اعلیٰ و اعلیٰ اور ارفع سے ارفع ہوگی۔ آیت مبارک کے اس ایک ٹکڑے سے کفار کے طعن و تشنیع اور الزام تراشیوں کا نہ صرف سدِ باب ہوگیا بلکہ اسلام کے درخشاں مستقبل کے بارے میں نوید جانفزا بھی سنادی۔ دعوت اسلام کے ابتدائی دور میں چند گنتی کے افراد نے اس دینِ حق کو قبول کیا تھا، باقی تمام اہل مکہ حضور ﷺ کے خون کے پیاسے تھے۔ انہوں نے عزم کر لیا تھا کہ توحید کا یہ گلشن جو محمد رسول اللہ ﷺ لگارہے ہیں اس کا ایک ایک پودا جڑ سے اکھاڑ پھینکیں گے۔ اس وقت کون یہ تصور کر سکتا تھا کہ یہ دین چند سالوں میں اتنا ترقی کرے گا کہ سارا جزیرہ نما عرب اس کے نور سے جگمگا اٹھے گا۔ اس نبی مکرم ﷺ کو وہ عزت و سروری اور شانِ محبوبی عطا فرمائے گا کہ آج جو خون کے پیاسے ہیں کل اشارۂ ابرو پر اپنا تن من دھن قربان کرنا سعادت سمجھیں گے بلکہ حضور ﷺ کے ساتھ محبت و عقیدت کا یہ عالم ہوگا کہ حضور کے وضو کا پانی نیچے نہیں گرنے دیں گے بلکہ بطور تبرک اپنے چہروں اور سینوں پر ملیں گے۔ ابنِ عباس کی ایک حدیث مبارک ہے ''ارى النبى صلى الله عليه و آله وسلم ما يفتح الله على امته بعده فسر بذالک و نزل جبرئيل بقوله و للآخرة خير لک من الاولى یعنی حضور ﷺ کے بعد ان کی امت جو فتوحات کرے گی وہ سب کی سب حضور ﷺ کو دکھائی گئیں جسے دیکھ کر حضور ﷺ بہت مسرور ہوئے۔ اسی وقت جبرئیل یہ آیت لے کر نازل ہوئے و للآخرة خير لک من الاولى یعنی ہماری نوازشات صرف ان فتوحات تک ہی منحصر نہیں بلکہ آپ کی ہر آنے والی شان پہلی شان سے اعلیٰ و بالا ہوگی)

و لسوف يعطيک ربک فترضى -- یعنی عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا کچھ عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اسلام کی اشاعت و ترقی کے لئے ہر وقت فکر مند رہا کرتے تھے۔ دینِ حق کی سربلندی کے لئے اپنی تمام قوتیں مرکوز کر رکھی تھیں۔ اپنی امت کی بخشش و مغفرت کا خیال ہر وقت مضطرب و بے چین رکھتا تھا۔ اللہ پاک نے حضور کے تفکرات و اضطرابات کو یہ فرما کر دور کر دیا کہ آپ کا رب اپنے لطف و کرم کا وہ مینہ آپ پر برسائے گا کہ آپ کا

قلب مبارک خورسند و مسرور ہو جائے گا۔

علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تشریح یوں فرماتے ہیں (عربی عبارت کا ترجمہ ملاحظہ کریں)

"یہ اللہ تعالیٰ کا کریمانہ وعدہ ہے جو ان عطیات کو شامل ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے حضور کو دنیا میں سرفراز فرمایا۔ یعنی کمال نفس، اولین و آخرین کے علوم، اسلام کا غلبہ، دین کی سربلندی، ان فتوحات کے باعث جو عہدِ رسالت میں ہوئیں اور خلفاء راشدین اور دوسرے مسلمان بادشاہوں نے حاصل کیں اور اسلام کا مشارق و مغارب میں پھیل جانا۔ نیز یہ وعدہ ان عنایات اور عزت افزائیوں کو بھی شامل ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم کے لئے آخرت کے لئے محفوظ رکھی ہیں جن کی حقیقت اور ماہیت کو اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی نہیں جان سکتا۔

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے میں اپنی امت کے لئے شفاعت کرتا رہوں گا یہاں تک کہ میرا رب مجھ سے پوچھے گا یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ راضی ہیں؟ میں عرض کروں گا ہاں میرے مالک میں راضی ہو گیا ہوں۔

امام مسلم حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی فرمائی ہوئی یہ آیت پڑھی فمن تبعنی فانہ منی (یعنی جس نے میری پیروی کی وہ میرے گروہ سے ہے) پھر یہ آیت پڑھی جس میں عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کی ان تعذبھم (یعنی اگر تو انہیں عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں) پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں مبارک ہاتھوں کو دعا کے لئے اٹھایا اور عرض کی الٰہی میری امت، میری امت پھر حضور زار و قطار رونے لگے، اللہ تعالیٰ نے جبرئیل کو حکم دیا کہ فوراً میرے حبیب کے پاس جاؤ اور یہ پیغام پہنچاؤ کہ ہم آپ کو آپ کی امت کے معاملہ میں راضی کریں گے اور کبھی آپ کو پریشان نہ ہونے دیں گے۔ اس آیت میں رب کی اضافت اس ضمیر کی طرف ہے جس کا مرجع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے اس میں لطف و محبت کا جو اظہار کیا گیا وہ ارباب ذوق سے مخفی نہیں)۔

الم یجدک یتیماً فاوٰی — یعنی کیا اس نے آپ کو یتیم نہیں پایا پھر (اپنی آغوشِ رحمت

میں) جگہ دی۔ (جس لطف و کرم سے اللہ تعالیٰ اپنے حبیب مکرم ﷺ کو نوازنے والا ہے اس کے ذکر کے بعد ان انعامات و احسانات کو بیان فرمایا جا رہا ہے جن سے آپ کو اس سے پہلے سرفراز کیا جا چکا ہے تاکہ قلب مبارک کی تسکین و مسرت کا باعث ہو۔ اس آیہ مبارکہ میں حضور ﷺ کی یتیمی کا ذکر ہے۔ آپ (ﷺ) شکمِ مادر میں تھے کہ والد ماجد کا سایہ اٹھ گیا، والدہ نے محبت سے پرورش کی چھ سال کی عمر میں والدہ ماجدہ بھی وفات پا گئیں۔ پھر آپ کی پرورش آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے کی۔ آٹھ سال کی عمر میں جدِ محترم بھی داغ مفارقت دے گئے۔ ان کے بعد یہ سعادت آپ کے شفیق اور حقیقی چچا جناب ابو طالب کے سپرد ہوئی انہوں نے تا دم واپسیں یہ خدمت حسن و خوبی کے ساتھ انجام دی۔

حضور ﷺ کی معصومانہ ادا اور پاکیزہ اطوار اور نجابت کے دلفریب آثار نے حضور کی محبوبیت میں بہت اضافہ کر دیا تھا، یہ ساری ادائے دلبری اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی تھی۔ اس لئے فاوی کی نسبت اپنی طرف کر کے اپنی خاص مہربانی سے لوگوں کے دلوں میں حضور کی محبت، ادب و احترام اور قدر و منزلت کا بھرپور جذبہ پیدا کر دیا تھا۔ علامہ قرطبی نے مجاہد سے ایک اور تفسیر نقل کی ہے قال مجاھد ھو من قول العرب درۃ یتیمۃ کہ یہاں یتیم سے مراد دُرِ شاہوار ہے جو اپنی آب و تاب اور قدر و قیمت میں بے مثال ہوتا ہے۔ علامہ آلوسی کہتے ہیں (ترجمہ) بہتر یہ ہے کہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ساری مخلوقات میں یگانہ اور عدیم النظیر پایا، صدف امکان کو آپ جیسا موتی آج تک نصیب نہیں ہوا۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے آغوشِ رحمت میں پناہ دی (روح المعانی)۔

ووجدک ضالاً فھدیٰ یعنی آپ کو اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو منزل مقصود تک پہنچا دیا (اس آیت کے ترجمہ میں بڑے بڑے مدعیان علم نے بری طرح ٹھوکر کھائی ہے۔ ضالاً، ضلالت سے اسم فاعل ہے، عام طور پر ضلالت کا یہی مفہوم سمجھا جاتا ہے راہ راست سے بھٹک جانا، گمراہ ہونا، عقیدہ اور عمل میں غلط راستہ اختیار کرنا، اس کے برعکس علماء اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ حضور ﷺ اعلانِ نبوت سے پہلے بھی اور بعد بھی عقیدہ اور عمل کی ہر کجی سے معصوم تھے۔ حضور نے جس مشرکانہ ماحول

میں عمر بسر کی ایک لمحہ کے لئے بھی شرک نہیں کیا۔ زمانہ جاہلیت کی لغویات سے حضور کا دامن ہمیشہ محفوظ رہا۔ تاریخ شاہد ہے کہ حضور ﷺ ان فکری اور عملی گمراہیوں سے بالکل منزہ اور مبرا تھے۔ اللہ پاک نے اپنے حبیب کی سابقہ زندگی کو آپ کی صداقت کی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔ و قد لبثت فیکم عمرا من قبله افلا تعقلون یعنی میں نے اپنی عمر اس سے پہلے تمہارے درمیان گذاری ہے کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے۔ سورہ النجم کی اس آیت ما ضل صاحبکم و ما غوی میں بھی حضور سے عقیدہ اور عمل کی گمراہی کی نفی کی گئی ہے۔ ان آیات کی موجودگی میں تاریخ کی اٹل شہادت کے باوجود یہاں ضالاً کا معنی گمراہ یا بھٹکا ہوا کرنا خود بڑی ضلالت ہے۔ علماء تفسیر نے اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے بہت سے اقوال بیان کئے ہیں جن میں سے چند ایک پیش خدمت ہیں۔

۱: ضلالت کا لفظ غفلت کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے لا یضل ربی و لا ینسی (طٰہٰ: ۵۲) ای لا یغفل میرا رب نہ کسی چیز سے غافل ہوتا ہے اور نہ کسی چیز کو فراموش کرتا ہے۔ مذکورہ آیت میں ضالا بمعنی غافل استعمال ہوا ہے یعنی آپ قرآن اور احکام شرعیہ کو پہلے نہیں جانتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآن کا علم بھی بخشا اور احکامات شرعیہ کی تفصیلات سے بھی آگاہ فرمایا۔ (قرطبی)

۲: جب پانی دودھ میں ملایا جائے اور پانی پر دودھ کی رنگت غالب آجائے تو عرب کہتے ہیں ضل الماء فی اللبن کہ پانی دودھ میں غائب ہو گیا اس استعمال کے مطابق آیت کا معنی ہوگا کنت مغمورا بین الکفار بمکة فقواک اللہ تعالیٰ حتی اظہرت دینه (کبیر) یعنی آپ مکہ میں کفار کے درمیان گھرے ہوئے تھے پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو قوت عطا فرمائی اور آپ نے اس کے دین کو غالب کیا۔

۳: ایسا درخت جو کسی وسیع صحرا میں تنہا کھڑا ہو اور مسافر اس کے ذریعہ اپنی منزل کا سراغ لگائیں اس کو بھی عربی میں الضال کہتے ہیں۔ اس مفہوم کے اعتبار سے آیت کا معنی یہ ہوگا کہ جزیرہ نما عرب ایک سنسان ریگستان تھا جس میں کوئی ایسا درخت نہ تھا جس پر ایمان اور عرفان کا پھل لگا ہوا ہو صرف آپ کی ذات جہالت کے اس صحرا میں ایک پھل دار درخت کی مانند تھی پس ہم نے آپ کے ذریعہ سے مخلوق کو ہدایت بخشی (کبیر)۔

۴: کبھی قوم کے سردار کو خطاب کیا جاتا ہے لیکن اصلی قوم ہوتی ہے ای وجد قومک ضالاً فھداھم بک یعنی اللہ پاک نے آپ کی قوم کو اور آپ کے ذریعہ انہیں ہدایت بخشی۔

۵: حضرت جنید قدس سرہ سے منقول ہے کہ ضالاً کا معنی متحیراً یعنی اللہ پاک نے آپ کو قرآن کریم کے بیان میں حیران پایا تو اس کے بیان کی تعلیم فرمادی۔

۶: امام رازی کہتے ہیں: الضلال بمعنی المحبۃ کما فی قولہ تعالٰی انک فی ضلالک القدیم یہاں ضلال سے مراد محبت ہے۔ جس طرح سورہ یوسف کی اس آیت میں ہے لہٰذا مذکورہ آیت کا معنی ہوگا کہ اللہ تعالٰی نے آپ کو اپنی محبت میں وارفتہ پایا تو ایسی شریعت سے بہرہ فرمادیا جس کے ذریعہ آپ اپنے محبوب حقیقی کا تقرب حاصل کرسکیں گے۔ علامہ پانی پتی کے مطابق بعض صوفیاء فرماتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے آپ کو اپنی محبت اور عشق میں از حد بڑھا ہوا پایا تو آپ کو اپنے محبوب کے وصال کی طرف رہنمائی کی یہاں تک کہ آپ قاب قوسین اوادنیٰ کے مقام پر فائز ہوئے۔ علامہ آلوسی نے اس آیت کے ضمن میں یہ واقعہ بھی لکھا ہے

"ایک بار عہد طفولیت میں حضور اپنے دادا جان سے الگ ہو کر مکہ کی گھاٹیوں میں کہیں گھو گئے۔ حضرت عبدالمطلب نے، تلاشِ بسیار کے بعد جب آپ نہ ملے تو، غلافِ کعبہ کو پکڑ کر بارگاہِ الٰہی میں فریاد کرنی شروع کی، حضور ﷺ کسی گھاٹی میں گھوم رہے تھے۔ اسی اثنا میں ابوجہل اپنی اونٹنی پر سوار اپنے ریوڑ کو ہانک رہے تھے۔ اس نے جب حضور کو دیکھا تو اپنی اونٹنی کو بٹھایا، حضور کو اپنے پیچھے بٹھایا اور اونٹنی کو اٹھنے کا اشارہ کیا لیکن اونٹنی اٹھنے کا نام نہیں لیتی تھی، ابوجہل بہت حیران ہوا۔ اللہ تعالٰی نے اونٹنی کو قوتِ گویائی بخشی اور اس نے کہا یا احمق ھو الامام و کیف یکون خلف المقتدی یعنی اے بے وقوف یہ امام ہیں اور امام مقتدی کے پیچھے کھڑا نہیں ہوا کرتا۔ چنانچہ اس نے ناچار آپ کو اٹھا کر آگے بٹھایا تو اونٹنی فوراً چل پڑی۔ جس طرح اللہ تعالٰی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے ذریعہ اپنی والدہ تک پہنچایا اسی طرح رب العزت نے اپنے پیارے محبوب کو اس امت کے فرعون یعنی ابوجہل کے ذریعہ اپنے جدِ امجد تک پہنچایا۔

ووجدک عائلا فاغنی --- یعنی رب العزت نے آپ کو حاجتمند پایا تو غنی کر دیا (عائل کے دو معنی ہیں: (۱) المفتقر تنگدست (۲) ذو عیال - اہل وعیال والا۔ آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عیال دار پایا (ساری امت حضور کی عیال ہے) تو غنی کر دیا یا آپ کو تنگدست پایا تو غنی کر دیا۔ ظاہری غنا کی تو صورت یہ تھی کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنا تن، من، دھن سب حاضر کر دیا اور اپنے رشتہ داروں کی موجودگی میں کہا یہ مال اب میرا نہیں بلکہ ان کا ہے۔ چاہے تو ابھی تقسیم کر دیں چاہیں تو اپنے پاس رکھیں۔ ام المومنین کے وصال کے بعد حضرت صدیق اکبر نے اپنا سارا مال ومتاع حضور کے لئے وقف کر دیا لیکن حقیقی غنیٰ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے بلاواسطہ ارزانی فرمائی کہ قلبِ مبارک کو ایمان وایقان کی دولت سے غنی کر دیا۔ زمین کے سارے خزانوں کی کنجیاں مرحمت فرما دیں اور کائنات کی ہر چیز کو تابع فرمان بنا دیا۔ ایک دن حضور کاشانۂ اقدس میں تشریف لائے مسلسل فاقہ کشی کے باعث شکمِ مبارک کمر کے ساتھ پیوست ہو گیا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت عائشہ بے تاب ہو گئیں، ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ شکمِ مبارک کو بوسہ دیا اور عرض کی یا رسول اللہ اپنے رب سے اتنا تو مانگئے کہ یوں فاقہ کی نوبت تو نہ آئے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اے عائشہ اگر میں چاہوں تو یہ سارے پہاڑ سونے کے بن کر میرے جلو میں چلنا شروع کر دیں۔ حضور کا یہ فقر، فقر اضطراری نہ تھا بلکہ فقر اختیاری تھا

گزید فقر کہ فرماں روائے ملک ابد بہشت خاک نداردو ہوائے سلطانی

(قاضی سلیمان منصور پوری)

یعنی حضور نے فقر کو پسند فرمایا کیونکہ جس ملک ابد کی سروری بخشی گئی ہو وہ مشت خاک پر حکومت کرنے کی کوئی خواہش نہیں رکھتا۔ فاما الیتیم فلا تقہر یعنی کسی یتیم پر سختی نہ کیجئے (آپ یتیم تھے اللہ تعالیٰ نے اپنے آغوشِ لطف وکرم کو آپ کے لئے کشادہ کر دیا، اب دنیا بھر کے یتیموں کے لئے آپ کی بے پایاں شفقت ومحبت کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہنا چاہئے، کسی یتیم بے نوا پر سختی کرنا، اس پر غصہ ہونا یا اس سے بے اعتنائی برتنا آپ کو ہرگز زیبا نہیں۔ اس یتیم پرور آقا نے اپنے غلاموں کو بھی یتیم

پروری کی بڑی تاکید فرمائی۔ ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں اپنی سنگدلی کی شکایت کی تو حضور نے فرمایا اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارا دل نرم ہو جائے تو یتیم کے سر پر دستِ شفقت پھیرا کرو اور مسکین کو کھانا کھلایا کرو۔ بخاری شریف کی ایک حدیث میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا انا و کافل الیتیم فی الجنۃ کھاتین و اشار بالسبابۃ و الوسطی یعنی میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں یوں ساتھ ساتھ ہوں گے جیسے انگشتِ شہادت اور درمیانی انگلی حضرت ابن عمر ؓ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا ان الیتیم اذا بکی ھز لبکائہ عرش الرحمان یعنی جب یتیم روتا ہے تو خداوند رحمٰن کا عرش لرزنے لگتا ہے)

و اما السائل فلا تنھر اور سائل کو نہ جھڑکو (سائلوں سے برافروختہ وہ ہوتا ہے جسے اپنے سرمائے کے ختم ہونے یا کم ہونے کا ڈر ہو۔ جب آپ کے رب نے آپ کو غنی کر دیا ہے تو یہ خزانے کبھی ختم ہونے والے نہیں۔ پھر آپ کسی سائل کو کیوں جھڑکیں یقیناً آپ کو آپ کے رب نے بے شمار دولتیں اور بے حساب نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔ آپ کے در پر آنے والا کوئی سائل خالی نہ جائے۔ سیرت کی کتابیں حضور کے جود و کرم کے واقعات سے پُر ہیں جو سائل درِ اقدس پر حاضر ہوا اس کی جھولی بھر دی گئی ہے اور آج بھی کشورِ معنی کے اس تاجدار کی سخاوت کی دھوم مچی ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے کیا خوب لکھا ہے "معلوم میشود کہ کارے ہماں بدست ہمت و کرامت اوست ہر چہ خواہد ہر کرا خواہد باذن پروردگار خود میدہد" (اشعۃ اللمعات، جلد اول صفحہ ۳۹۶)

اگر خیریتِ دنیا و عقبیٰ آرزو داری بدرگاہش بیا و ہر چہ میخواہی تمنا کن

یعنی معلوم ہوتا ہے کہ سب کے معاملات حضور ﷺ کے دستِ ہمت و کرامت کے سپرد ہیں جو چاہتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں اپنے پروردگار کے اذن سے عطا فرماتے ہیں۔

امام بخاری نے حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے کبھی کسی سائل کے جواب میں "لا" یعنی "نہیں" نہ فرمایا ما قال لا قطعاً الا فی تشھدہ لو لا التشھد کانت لاءہ نعم یعنی حضور ﷺ نے "لا" کبھی نہیں فرمایا سوائے کلمہ شہادت کے اگر کلمہ شہادت نہ ہوتا تو

حضور کی ”نہ“ بھی ہاں ہوتی۔

ترمذی شریف کی ایک روایت کے مطابق ایک دفعہ بحرین سے نوے ہزار درہم آئے۔ حضور ﷺ نے مسجد میں ایک چٹائی بچھا کر ان کا ڈھیر لگا گیا اور فجر ادا کرنے کے بعد بانٹنا شروع کیا۔ ظہر تک سب درہم بانٹ دیئے، اتفاقاً اس وقت ایک سائل آیا۔ حضور نے فرمایا اب تو کچھ باقی نہیں رہا البتہ تم کسی دوکاندار سے میرے نام پر چیز لے لو، میں اس کی قیمت ادا کر دوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ اتنی زحمت کیوں گوارا کرتے ہیں کہ قرض لے کر سائل کو دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا مکلف نہیں کیا، حضور ﷺ کو یہ بات پسند نہ آئی اور رخِ انور پر ناگواری کے آثار نمایاں ہو گئے۔ ایک انصاری جو بارگاہِ اقدس میں حاضر تھا اس نے عرض کیا انفق ولا تخش من ذا العرش اقلالاً یعنی اے اللہ کے پیارے رسول ﷺ بے دریغ خرچ فرمایا کیجئے اور عرش والے پروردگار سے قلت کا خوف مت کیجئے۔ یہ سن کر حضور ﷺ خوشی سے کھل کھلا اٹھے، چہرہ مقدس پھول کی طرح شگفتہ ہو گیا، ارشاد فرمایا ”مرا ہمیں طریق امر فرموده اند“ میرے رب نے مجھے یہی حکم دیا ہے (تفسیر عزیزی) و اما بنعمۃ ربک فحدث اور اپنے رب مہربان کی نعمتوں کا ذکر فرمایا کیجئے۔ اللہ اپنے بندے پر جو فضل و کرم فرماتا ہے اس کا اظہار بھی شکر ہے (قرطبی) اس آیت میں نعمت کی وضاحت علامہ آلوسی یوں فرماتے ہیں ”اس نعمت سے مراد وہ گوناگوں نعمتیں ہیں جو اللہ پاک نے اپنے نبی کریم ﷺ کو عطا فرمائی ہیں، جن میں چند وہ ہیں جن کا ذکر ابھی ہو چکا ہے (روح المعانی)

چنانچہ سرورِ کون و مکان فخرِ زمین و زمان ﷺ ان انعامات کا ذکر اکثر فرمایا کرتے تھے جن سے آپ کے رب نے نہایت فیاضی سے آپ کو نوازا ہے۔ بے شمار احادیث میں ان کا ذکر ہے صرف ایک حدیث مبارک پر اکتفا کیا جاتا ہے مشکوۃ شریف میں ترمذی کے حوالے سے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن تمام اولادِ آدم کا سردار میں ہوں گا۔ یہ بات میں فخر یہ نہیں کہہ رہا بلکہ حقیقت کا اظہار ہے، اس روز حمد کا پرچم میرے ہاتھ میں ہوگا، یہ بات میں فخر سے نہیں کہہ رہا بلکہ حقیقت کا اظہار ہے، اس دن تمام نبی، آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ جتنے بھی

ہیں سب کو میرے پرچم تلے پناہ ملے گی اور قیامت کے دن سب سے پہلے زمین سے میں باہر آؤں گا، یہ بات فخریہ نہیں کہہ رہا بلکہ حقیقت ہے۔

مولانا ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ ایک مقام پر لکھتے ہیں

و من هذا القبيل ما قال الشيخ محي الدين عبدالقادر رضی اللہ عنہ

و كل ولىّ له قدم و انى على قدم نبى بدر الكمال

و قوله قدمى هذا على رقبة كل ولى الله

یعنی حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر گیلانی رضی اللہ عنہ کے ارشادات اسی قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں آپ نے فرمایا ہر ولی کا اپنا اپنا مقام ہوتا ہے اور میں حضور کے نقش قدم پر ہوں جو کمالات صوری اور معنوی کے ماہ چہاردہم ہیں نیز آپ کا یہ ارشاد کہ میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔

اسی طرح حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مدارج قرب کا جو ذکر کیا ہے اور اپنے آپ کو مجدد اور قیوم کہا ہے۔ یہ اقوال بھی اسی زمرہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ”جو شخص ان اعاظم رجال کے ان ارشادات کا انکار کرتا ہے اور زبان طعن دراز کرتا ہے وہ گویا اللہ تعالیٰ کی اس آیت کا انکار کرتا ہے۔ (مظہری)

ہر نعمت کا شکریہ واجب ہے اور شکر کا طریقہ یہ ہے کہ اس نعمت کو منعم کی رضا میں صرف کیا جائے۔ نعمت مال کا شکریہ ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں خلوص نیت کے ساتھ خرچ کرے۔ صحت کی نعمت کا شکریہ یہ ہے کہ فرائض ادا کرے اور گناہوں سے بچے اور علم وعرفان کی نعمت کا شکریہ یہ ہے کہ جاہلوں کو علم سکھائے اور گم کردہ راہوں کو صراطِ مستقیم پر گامزن کرے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس سورت کا ایک مجرب خاصہ یوں بیان فرمایا ہے

”اگر کوئی چیز گم ہو جائے تو اس سورت کو انسان سات بار پڑھے اور اپنے سر کے اردگرد انگشت شہادت پھیرتا رہے جب سات بار پڑھ چکے تو کہے

اصبحت فى امان الله و امسيت فى جوار الله امسيت فى امان الله و اصبحت فى جوار الله خوانده دستک زنند یعنی تالی بجائے (تفسیر عزیزی)۔ (جاری ہے)

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

رحمٰن خاور

دل پر جو میرے نام محمد کا رقم ہے
مرنا بھی اہم ہے میرا، جینا بھی اہم ہے

میں تپتا ہوا دشت ہوں اے ساقی کوثر!
تو ابرِ کرم، ابرِ کرم، ابرِ کرم ہے

کرتا ہی رہوں گنبد خضریٰ کی زیارت
جب تک کہ میرے جسم میں جاں، آنکھ میں دم ہے

اتنا بھی نہیں دور دیارِ شہہ بطحا
گر دل میں لگن ہو تو یہی چند قدم ہے

ہے ان کے غلاموں میں میرا نام جو خاور
آقا کی عنایت ہے، نوازش ہے، کرم ہے

فیض محمد شاہ قندہاری نور اللہ مرقدہ

پروفیسر غلام سرور رانا
گورنمنٹ کالج لاہور

برصغیر پاک و ہند میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت ایسے کٹھن فریضے کی انجام دہی کا سہرا بڑی حد تک ان کامل و اکملین صوفیائے کرام و عظام کے سر ہے جنہوں نے کفر و شرک کے گھٹاٹوپ اندھیرے میں حق و صداقت کی قندیلیں روشن کیں۔ انہیں مشائخ عظام نے گم گشتہ انسانیت کو صراطِ مستقیم کی تلقین کی اور جگہ جگہ درس و تدریس کے لئے مکاتب و جامعات اور قلب و نظر کی اصلاحِ احوال کے لئے ذکر و فکر کی مجالس قائم کیں۔ جو یانِ حق دور دراز سے طویل مسافت طے کر کے علمی تشنگی سے سیراب ہوتے، تبلیغ اسلام کے لئے انہی پاکبازانِ ملت نے ایسی جماعتیں تیار کیں جنہوں نے عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شمعیں عامۃ الناس کے قلوب میں فروزاں کیں، ان کا واحد مقصد توحید کی اشاعت تھا۔ برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کی آمد ایک بہت بڑے انقلاب کا پیش خیمہ تھی، یہاں کی ہر چیز اس سے متاثر ہوتی۔ یہاں کے بسنے والوں کی فطری صلاحیتیں جو صدیوں کی اوہام پرستی اور جماعتی تنگ نظری کی وجہ سے مفلوج ہو گئی تھیں اسلام کے پیغام سے چمک اٹھیں۔

یہ نفوسِ قدسیہ اپنے ساتھ ایک نئی تہذیب، نئی زبان، نیا معاشرہ اور نیا نظریۂ حیات لائے۔ ان کی وجہ سے یہاں کی ثقافت ایک نئے قالب میں ڈھل گئی، اس انقلاب کو برپا کرنے میں مسلمان سپاہیوں اور حکمرانوں کے دوش بدوش علماء اور صوفیاء کرام نے بھی حصہ لیا۔ صوفیاء کی خدمت میں پہنچ کر قلوب کو روحانی تسکین ہوتی تھی، اس لئے جو شخص ایک مرتبہ ان کے پاس پہنچ جاتا انہیں کا ہو جاتا۔

برصغیر پاک و ہند میں مسلمان فرمانرواؤں نے کم و بیش ایک ہزار برس حکومت کی اس دوران ہندوؤں نے اسلامی کلچر کو تہس نہس کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا مگر ایسے کاملینِ حق کی مسلسل جدوجہد اور سعی کامل کے سامنے وہ بے بس تھے۔ ''اسلامی کلچر'' مطبوعہ لندن میں پروفیسر ایچ

اے آر گب رقمطراز ہیں:

''تاریخ اسلام میں بارہا ایسے مواقع آئے کہ اسلام کے کلچر کا شدت سے مقابلہ کیا گیا لیکن بایں ہمہ وہ مغلوب نہ ہو سکا، اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ صوفیہ کا انداز فکر فوراً اس کی مدد کو آ جاتا تھا اور اس کو اتنی قوت اور توانائی بخش دیتا تھا کہ کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہ کر سکتی تھی''

انہیں بزرگانِ کرام و عظام میں سے حضور قبلہ عالم سید فیض محمد شاہ قندھاری ؒ کی ذات اقدس ایک روشن مینار اور چراغ راہ کی حیثیت کی حامل ہے، آپ حسن و اخلاق کے پیکر، بنی نوع انسان کے سچے خیر خواہ اور مخلص ہمدرد تھے۔

ولادت با سعادت: حضرت قبلہ عالم فیض محمد شاہ قندھاری ؒ کی ولادت باسعادت ۱۸۵۰ء میں افغانستان کے مشہور و معروف شہر قندھار کے قریب قلعہ سیداں میں ہوئی، آپ نجیب الطرفین سید تھے، آپ کے والد بزرگوارم حضرت سید امیر محمد شاہ ؒ صاحب فراست مرد کامل واکمل تھے اور جد امجد حضرت سید خان محمد شاہ ؒ نابغہ روزگار ہستی تھے جن کے والد گرامی القدر بخارا شریف سے نقل مکانی فرما کر قلعہ سیداں میں نزول پذیر ہوئے اور آبائی پیشہ باغبانی کو اپنایا۔

عہد طفولیت اور تحصیل علم: حضرت قبلہ عالم ؒ مادرزاد ولی کامل تھے۔ پانچ سال کی عمر میں نصف رات کے بعد تن تنہا یادِ الٰہی میں مستغرق ہونے کے لئے سوئے دریا تشریف لے جایا کرتے۔ والد ماجدہ کو جب اس امر کا انکشاف ہوا تو انہوں نے ایک علیحدہ کمرہ میں مصلیٰ و تسبیح رکھ دی تا کہ آپ دنیاوی امور کو بالائے طاق رکھتے ہوئے تزکیہ نفس کی خاطر مکمل طور پر یکسو ہو جائیں۔ اسی اثنا میں حضرت قبلہ عالم ؒ نے قرآن مجید کی تدریس کا آغاز فرمایا اور نہایت ہی قلیل عرصہ میں قرأت و تجوید کے ساتھ کلام الٰہی ختم فرمالیا۔ مابعد ایک سال کے قلیل عرصہ میں علوم اسلامیہ کی متوسط کتب پر مکمل دسترس حاصل کرلی۔

ایامِ طفولیت میں ہی اخلاق و کردار اور باطنی اوصاف جمیلہ کا یہ عالم تھا کہ عبادت و ریاضت میں

ہمہ تن مصروف رہتے جس سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اللہ جل مجدہ نے آپ کی ذاتِ اقدس کو ایک خاص مقصد کے لئے تولد فرمایا تھا۔

تلاشِ مرشد اور سلسلۂ بیعت: ظاہری علوم کے حصول کے دوران ہی حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے باطنی وروحانی علوم کے حصول کے لئے شیخِ طریقت کی تلاش میں مگن ہو گئے اور قلعہ سیداں میں ایک صاحبِ کرامت درویش کی خدمت اقدس میں حاضر ہونا شروع ہو گئے لیکن انہوں نے بیعت سے معذوری کا اظہار کر دیا اور فرمایا کہ کاتبِ تقدیر نے کسی اور مردِ کامل واکمل کا فیض آپ کے مقدر میں کر دیا ہے اس کے لئے مناسب ہوگا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ مطاہرہ کے مطابق استخارہ فرمائیے۔

ارشاد کی تعمیل فرمائی اور عالمِ رویا میں درخشاں وتاباں چہرہ نظر آیا جس کے دامن میں گوہر مراد مخفی تھا اور طالب ومطلوب دونوں نے خاموشی اختیار فرمائی۔ صرف چہرۂ انور کی ضوفشانیاں لوح حافظہ پر منقش ہو گئیں دوسری شب بھی اس ہستی کامل کی زیارت سے مستفید ہوئے اور اس امر کا انکشاف ہوا کہ حضرت کی ذات اقدس کا نام نامی اسم گرامی حضرت ملا راحم دل رحمۃ اللہ علیہ ہے، ایسے حالات میں آرزوئے دیدار نے اضطراب میں مزید اضافہ کر دیا

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد بساکیں دولت از گفتار خیزد

ترجمہ: دیدار سے نہ صرف عشق ہی پیدا ہوتا ہے بلکہ اس کی باتوں سے اور بہت کچھ پیدا ہوتا ہے۔

اب طبیعت میں اضطراب اور بے چینی زوروں پر تھی، طبعی میلان حضرت ملا راحم دل رحمۃ اللہ علیہ کی طرف از حد زیادہ تھا اور روح ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہی تھی۔ چنانچہ یہ عزمِ صمیم کر لیا کہ مرشد کامل کی بارگاہِ عالی مقام میں حاضر ہو کر اکتسابِ فیض کیا جائے۔ چنانچہ موضع "صوفہ" میں تشریف فرما ہوئے اور ایک چھوٹی سی مسجد میں وہ ہستی کامل جلوہ افروز تھی، دل میں اشتیاقِ قدم بوسی پیدا ہوا مگر رعب وجلال سے زبان وقوت گویائی نے ساتھ نہ دیا کیونکہ مطلوب حالتِ مراقبہ میں تھے۔

حضرت پیر قندھاری رحمۃ اللہ علیہ نے ظہر، عصر اور مغرب کی نمازیں اس بزرگ کامل کی اقتداء میں ادا

فرمائیں۔ نمازِ مغرب کے بعد معمولات سے فارغ ہونے کے بعد اس ہستی کامل نے اشارۃً بلایا اور مسجد کے قریب ایک خستہ مکان (جو کہ مال و دولت اور دنیاوی آلائشوں سے پاک تھا) میں کھانے سے تواضع فرمائی مگر گفتگو نہ ہو سکی۔ بعد نماز عشاء حضرت قبلہ پیر قند ہاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحن میں ہی آرام فرمایا لیکن بزرگ موصوف تمام رات حالت مراقبہ میں ہی رہے یہاں تک کہ فجر کی نماز بھی ادا ہو چکی مگر شرف ملاقات میں ذکر و فکر، مراقبات اور اللہ اللہ حائل تھی۔

جب معمولات سے فارغ ہو چکے تو اس برگذیدہ ہستی نے آمد کا مقصد دریافت فرمایا۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے بیعت کی درخواست فرمائی مگر مطلوب کی طرف سے اظہار انکساری اور دوسری جگہ حصولِ فیض کا مشورہ جاری و ساری تھا مگر طلبِ صادق سے یہ گوہر نایاب مل ہی جاتا ہے۔ بالآخر قطب زمانہ حضرت ملا راحم دل نور اللہ مرقدہ نے بیعت کی نعمتِ عظمٰی سے سرفراز فرمایا اور سلسلہ عالیہ مجددیہ کا سارا فیض آپ میں حلول ہو گیا۔

جہانے را سرود جاودانی پیامش کاشف سر نہانی
چہ خوش افزود رسم لا الہ را تعالیٰ اللہ مجدد الف ثانی

آپ نے مرشدِ کامل کی پہچان کے بارے میں فرمایا:

۱: شریعت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ماہر ہو

۲: معرفت کا رمز شناس ہو

۳: اعلیٰ اخلاق کا حامل اور مہمان نواز ہو

۴: غرباء کے ساتھ انکسار سے پیش آئے

۵: ریا، لالچ، حسد، خود پسندی، غفلت اور عیش و عشرت سے دور رہتا ہو اور مریدین باصفا کو روحانی تربیت دینے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

ظاہری علوم کا حصول: ہر شیخ طریقت کے لئے علم ظاہری کا حصول ضروری ہے چنانچہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ حضرت قبلہ ملا راحم دل نور اللہ مرقدہ سے شرف بیعت کے حصول کے بعد

ظاہری علوم کے لئے سرگرداں ہوئے اور افغانستان کے جید علماء مولانا جان محمد اور مولانا بہاءالحق سے علم دین حاصل کیا اور تفسیر، حدیث، فقہ اور دیگر علوم متداولہ پر کامل دسترس حاصل کرلی۔

خرقہ خلافت: ظاہری علوم کے حصول کے بعد حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے علوم باطنی کی طرف توجہ فرمائی کیونکہ ظاہری علوم میں اگر دل کی صفائی ہو جائے تو باطنی معاملات میں آسانی ہو جاتی ہے۔ حصولِ علم کے بعد جب آپ اپنے گھر واپس تشریف لائے تو اس امر کا انکشاف ہوا کہ ان کے پیرو مرشد حضرت ملا راحم دل رحمۃ اللہ علیہ آپ کے گاؤں کی ایک مسجد میں جلوہ فگن ہیں۔

ظاہری علوم سے نخوت کا پیدا ہونا بھی ایک مسئلہ ہے لیکن یہ بیس سالہ وجیہہ و جمیل چہرہ چندو ماہتاب سیدزادہ نخوت کی بجائے مرشدِ کامل واکمل کے سامنے سراپا عجز و نیاز تھا۔ مرشد حقانی نے طلبِ صادق کا احساس فرماتے ہوئے مراقبات کی تعلیم سے نوازا اور خرقہ خلافت کی دولت عظمیٰ سے بھی سرفراز فرمایا تاکہ آپ دکھی انسانیت کی رہنمائی فرماسکیں کیوں نہ ہو

دیتے ہیں بادہ ظرفِ قدح خوار دیکھ کر

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے ہی کاملین کے بارے میں فرمایا ہے

مکسل از پیغمبران وقت خویش تکیہ کم کن بر فن دیر کام خویش
پس بہر دوری ولئی قائم است آزمائش تا قیامت دائم است

کسی نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دلی ترجمانی کرتے ہوئے کہا

اے نقش بند عالم نقش بند مرا بہ بند نقشم چناں بہ بند کہ گویند نقشبند

مسلک طریقت: حضرت قبلہ عالم نوراللہ مرقدہ نقشبندی مجددی مسلک طریقت سے تعلق رکھتے تھے آپ سات واسطوں سے حضرت خواجہ معصوم رحمۃ اللہ علیہ ابن حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ سے شرف بیعت رکھتے ہیں۔ آپ کا اٹھنا، بیٹھنا، اوڑھنا، بچھونا، چلنا، پھرنا، شریعت مطہرہ کے عین مطابق تھا۔ آپ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کے درج ذیل اقوال کی عملی تفسیر تھے۔

ا۔ صوفی وہ ہے جو ایسی نصیحت کرے جس پر خود عامل ہو چکا ہو۔

۲: صوفی وہ ہے جس نے تمام چیزوں کو ترک کر کے اللہ تعالیٰ کو اختیار کر لیا ہو اور اللہ تعالیٰ اسے دوست رکھتا ہو۔

برصغیر پاک و ھند میں ورود مسعود: ۱۸۷۰ء میں شیخِ کامل و اکمل نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو برصغیر پاک و ہند روانہ ہونے کا حکم فرمایا۔ اس وقت آپ کے والد ماجد کا سایہ عاطفت سر سے اٹھ گیا تھا۔ مرشد کامل کے ارشاد کی تکمیل کے لئے والدہ ماجدہ سے اجازت لی اور حضرت خواجہ میاں عبدالحکیم نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پُر انوار پر دو یوم قیام فرمایا جو حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ سرہندی کے خلفاء میں سے تھے۔ مابعد حضرت کاکا رحمۃ اللہ علیہ سے کسب فیض حاصل کیا۔

ملتان میں حضرت شاہ رکن عالم، حضرت غوث العلمین بہاء الحق والدین زکریا اور دیگر مزارات پُر انوار پر حاضری کا شرف حاصل کیا۔ ان کاملین کی رفعت شان اور دلکشی کسی تبصرہ کی محتاج نہیں۔ ہندوستان کی قدیم اسلامی جامعہ جہاں سے دینِ متین کی تلقین و تدریس ہوئی تھی، ملتان کے اسی قلعہ پر تھی، ملتان گرد و نواح کے روحانیت کے شمس کی شعاؤں سے پُر انوار تھا۔ جہاں جن و انسان او رملائک تک سطوت نور کے روبرو سجدہ ریز تھے، سچ ہے

ملتان ما بجنت اعلیٰ برابر است　　آہستہ پا بند کہ فلک سجدہ می کند

کسب فیض کے لئے حضرت خواجہ ِ قی اللہ (دہلوی) اور حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی نور اللہ مرقدہ کے مزارات مقدسہ پر حاضری دی جن کا قول تھا کہ شریعتِ مطہرہ دنیا و آخرت کی سعادتوں کی ضامن ہے۔ ان حضرات کرام کی ساری زندگی احیاء نظامِ اسلامی اور اصلاح احوال امت میں گزری۔ مابعد حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اجمیر شریف میں خواجہ خواجگان سلطان الہند غریب نواز عطائے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجری ثم اجمیری نور اللہ مرقدہ کے مزار پرانوار پر باطنی فیض کے حصول کے لئے حاضری دی اور کچھ عرصہ قیام فرمایا اور باطنی نعمت عظمیٰ سے مالا مال ہوئے، کیوں نہ ہو

خواجۂ خواجگاں معین الدین　　فخر کون و مکاں معین الدین

سرور میں نے جہاں پکارا
مل گئے وہیں معین الدین

تیری نظر سے بدل جائے نامۂ تقدیر
تیری نظر میں ہے وہ کیمیاء غریب نواز

حضور اور جہاں میں کوئی معین نہیں
مدد مدد کی یہاں ہے صدا، غریب نواز

تیرے وسیلے سے عفو و کرم کا طالب ہے
تیرا سرور کہ ہے پُر خطا، غریب نواز!

بعدہٗ بمبئی اور دہلی میں مزارات پُر انوار پر حاضری دیتے ہوئے عروس البلاد قطب البلاد لاہور میں سلطانِ اولیاء مرکز انوار ربانیہ منبع الفیوض والبرکات المخدوم السید علی ہجویری المعروف بہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ پُر انوار پر حاضری کا شرف حاصل کیا، کیوں نہ ہو

اجمیر کا امام ہے اس در سے فیضیاب
یہ حضرت فرید کا باب مراد ہے

آباد تیرے فیض سے ہے سرزمین پاک
ہر فرد تیری چشم عنایت سے شاد ہے

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے حضور نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں

سید ہجویر مخدوم امم
مرقد او پیر سنجر را حرم

خاک پنجاب از دم او زندہ گشت
صبح ما از مہر او تابندہ گشت

اس کے بعد حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات عالیہ پر حاضری کا شرف حاصل کیا۔ ہر دو کاملین با کمال صوفی اور ولی اللہ تھے جن کے کردار اور عمل کی تعلیمات میں اسلام کی سچی روح موجزن تھی۔ ہر دو نے ساری زندگی دین حنیف کی نشر و اشاعت میں بسر کی۔ اس طویل سفر میں حضرت قبلہ عالم نور اللہ مرقدہ نے بلوچستان، سندھ، سرحد، پنجاب، اتر پردیش، بہاولپور، پٹیالہ اور جموں و کشمیر کے مزارات مقدسہ پر حاضری کا شرف حاصل کیا اور چلہ کشیاں کیں۔ کشمیر میں حضرت شاہ ہمدان رحمۃ اللہ علیہ سے کسب فیض کے بعد شاہدرہ لاہور میں قیام پذیر ہوئے۔

ازدواجی زندگی: حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے مطابق شادی کی، جس کا واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کا ایک شخص کسی مشکل براری کے لئے آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، اس وقت حضرت

قبلہ عالم ﷺ مری میں تشریف فرما تھے۔ آپ کی باطنی توجہ سے موصوف کی حاجت براری ہوگئی اور اس کا تعلق ہمیشہ کے لئے حضرت قبلہ عالم ﷺ سے ہوگیا۔ چنانچہ موصوف نے اپنی بھتیجی کا رشتہ آپ کی خدمت میں پیش کیا، اس وقت آپ کی عمر شادی سے بہت دور معلوم ہوتی تھی، آپ نے اس کی درخواست کو شرف بازیابی بخشتے ہوئے محترمہ فاطمہ بن عزیز الدین سے عقد کیا جو بے شمار وابستگانِ سلسلہ کی مادرِ روحانی اور حضرت سید حسین علی شاہ صاحب وسید عبدالغفور شاہ صاحب کی نسبتی والدہ کے درجے پر فائز المرام ہوئیں۔

فیض آباد میں نزولِ اجلال: مخلوقِ خدا کی آمد، مہمان خانہ جات کے اجراء اور طالبینِ صادقہ کی کثرت تعداد سے شاہدرہ (لاہور) میں تنگدامنی کا پیش آنا ایک لازمی امر ہے اور دوسرے کاملینِ باصفا اکثر اپنے اس مقام پر ہی ورودِ مسعود کرتے ہیں جہاں پر ان کا آخری گھر ہونا مقصود ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت قبلہ عالم ﷺ نے مریدینِ باصفا کے ساتھ نقل مکانی فرما کر چک نمبر ۲۱۱ گ ب تاندلیانوالہ ضلع فیصل آباد میں یہاں کے حلقہ ارادت کی خواہش کے مطابق نزول اجلال فرمایا جو بعدہ آپ ہی کے اسم گرامی کی وجہ سے فیض آباد کے نام سے مشہور ہوا۔

راقم الحروف نے ۱۹۵۸ء میں قبلہ عالم نور اللہ مرقدہ کی زیارت کی تھی۔ وہ دانائے راز اور شناور معرفت تھے، وہ راضی برضائے الٰہی تھے۔ مصائب ومشکلات میں اپنے لئے دعا بھی نہیں کرتے تھے کیونکہ یہ بات مسلک عشق میں خلافِ رضا قرار پاتی ہے جیسا کہ مولانا رومی ﷺ فرماتے ہیں

عاشقم بر لطف و مہر او خوشم آی عجب من عاشق این ہر دوام

یعنی میں اس کے قہر کو بھی اتنا ہی پسند کرتا ہوں جتنا کہ اس کی رحمت کو کیونکہ میں اس کی ہر بات کو عزیز رکھتا ہوں۔

آج پاکستان کا ہر فردِ مسلمان اصولاً انہی اولیائے کرام رحمت اللہ علیہم اجمعین کا ممنونِ احسان ہے جنہوں نے نہ صرف یہاں کے کروڑوں باشندوں کو مسلمان کیا بلکہ عظیم تمدن اور عظیم مملکت خداداد کا وارث بھی بنا دیا۔

اولاد: حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادگان پیر سید علی حسین شاہ صاحب سجادہ نشین اور سید عبدالغفور شاہ صاحب حین حیات ہیں تیسرے صاحبزادے سید عبدالکریم شاہ رحمۃ اللہ علیہ صغرسنی میں ہی واصل بحق ہو گئے تھے۔ سید عبدالغفور شاہ صاحب کے بڑے صاحبزادے سید پرویز شاہ قندہاری نہایت ہی متقی، پرہیز گار ڈویژنل پولیس آفیسر ہیں، حضرت قبلہ عالم کی تین صاحبزادیاں ہیں۔

خلفاء و مجازان طریقت: حضرت قبلہ عالم نوراللہ مرقدہ کے مریدان باصفا کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے، چند ایک خوش نصیبوں کے نام درج ذیل ہیں جنہیں خرقہ خلافت سے نوازا گیا۔

۱: پیر طریقت حضرت صاحبزادہ سید حسین علی شاہ صاحب (سجادہ نشین)

۲: پیر طریقت حضرت صوفی محمد صدیق صاحب مرولہ شریف (اوکاڑہ)

۳: حضرت مولانا خان محمد صاحب موضع دھڑوڑ شریف (فیصل آباد)

۴: حضرت حکیم حاذق محمد لطیف صاحب چاہ میراں لاہور۔

۵: حضرت قاری سید عبدالواحد شاہ موضع میلو کے (اوکاڑہ)

۶: حضرت مولانا سید طالب حسین شاہ صاحب موضع ٹانگووالی (سرگودھا)

۷: حضرت مولانا عبدالمجید صاحب کنری (سندھ)

۸: حضرت مولانا عبدالمجید رکھوالا نزد پتوکی (قصور)

ان بزرگان دین کی محبت میں جو قابل صوفی نشوونما پاتے ہیں، خلافت کی نسبتوں سے نوازے جاتے ہیں اور خلائق عامہ کے لئے فیوضات اور برکات کا باعث ہوتے ہیں۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "صوفی وہ ہے، جس نے تمام چیزوں کو ترک کر کے اللہ تعالیٰ کو اختیار کر لیا ہو اور اللہ تعالیٰ اسے دوست رکھتا ہو"۔ حضرت بشر حافی فرماتے ہیں "جو شخص خدا کے ساتھ دل صاف رکھے اس کو صوفی کہتے ہیں"

صاف شو باحق نہان و آشکار   صوفیان صاف را این ست کار

پروفیسر آربری اپنی کتاب "صوفی ازم" (تصوف) میں رقم طراز ہیں کہ قرآن مجید صوفیاء کرام

کے لئے سند ہے۔ جس سے وہ ہدایت حاصل کرنے کے لئے رجوع فرماتے ہیں۔ ڈاکٹر تارا چند اپنی کتاب "ہندی ثقافت پر اسلام کا اثر" میں تحریر کرتا ہے کہ اسلامی تصوف کا ماخذ قران مجید فرقان حمید اور رسول مقبول ﷺ کی حیات ہے۔ اسی طرح پروفیسر میسی نیون نے اسلامی تصوف کا مطالعہ کر کے رائے دی ہے کہ یہ تحریک اس پرہیزگاری کا نتیجہ ہے جو قران مجید سے ماخوذ ہے اور رسول اکرم ﷺ کی سنت مطہرہ سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ پروفیسر میکلڈ لنلڈ اپنی تصنیف "شیون اسلام" میں مزید مہر ثبت کرتا ہے کہ اسلامی تعلیمات میں تصوف پیغمبر اسلام کے ہاں موجود ہے۔

وصال صد ملال: ۲۸ رجب المرجب بروز جمعۃ المبارک بوقت نصف شب حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے درویشوں کو جگایا اور حکم فرمایا کہ اب سونا نہیں ہے۔ اسی عالم میں حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دو گھونٹ قہوہ کے نوش فرمائے۔ الٹی اور اجابت سے بہت زیادہ نقاہت ہو گئی لیکن زبان مبارک پر اللہ اللہ کا ورد جاری ساری تھا۔ اسی عالم میں آپ صبح چار بج کر پندرہ منٹ پر اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

فوری طور پر آپ کو غسل دیا گیا ور آپ کی نماز جنازہ آپ کے خلیفہ حضرت صوفی محمد صدیق صاحب مروله شریف نے پڑھائی۔ آپ حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر کی عملی تفسیر تھے

نشانِ مردِ مومن با تو گویم چو مرگ آید تبسم بر لب اوست

مزار پرانوار: حضرت قبلہ عالم نور اللہ مرقدہ کا روضہ اقدس فیض آباد شریف میں آج بھی مرجع خلائق اور مصدر فیوض و برکات ہے۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدند خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

آپ کے عرس مبارک میں ہر سال ہزاروں عقیدت مند شمولیت اختیار کرتے ہیں۔ سالانہ عرس مبارک کے موقع پر وعظ و مراقبات اپنی جگہ لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ انسانی دلوں کی ویران بستیوں کو رونق اور تزئین اور آرائش کے لئے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے جو فکری، علمی اور عملی سرمایہ فراہم کیا ہے اس کے بارے میں کچھ اہتمام کیا جائے تاکہ ہزاروں عقیدتمند آپ کے افکار عالیہ سے

مستفیض و مستنیر ہو سکیں۔

آپ کی حیاتِ طیبہ نفوس انسانی کو مادی نجاستوں سے پاک کرنے اور اعلیٰ اخلاق و کردار پیدا کرنے کی ایک عظیم الشان تحریک تھی۔ آپ نے ہمیشہ سنت نبی اکرم ﷺ کو جاری و ساری رکھا اور بنی نوع انسان کے اخلاق و کردار، فکر و عمل کو صحیح کرنے کی کوششیں فرمائیں۔ "ذکرِ حبیب کم نہیں وصل حبیب سے" کے مصداق حضرت قبلہ عالم قندھاری کے تذکار جمیلہ کا مطالعہ طمانیتِ قلب اور روحانیت میں ترقی و عروج کا باعث ہوگا۔ اللہ جل مجدہ آپ کے خانوادے کو اجر جزیل سے نوازے اور مریدین باصفا کو عمل کی توفیق دے۔

آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

فیض کا طلب ہوں میں یہ فیض کی سرکار ہے
فیضِ ظاہر فیضِ باطن فیض کا دربار ہے
پیر قندھاری تمہارے فیض کا طالب ہوں میں
ہم گداؤں پر تمہارے فیض گوہر بار ہے

حفاظتِ نظر

فیض احمد فیضؔ لدھیانوی مرحوم و مغفور

دنیا کی سیر گاہ میں دل کو بچا کے چل
ہر سمت بے حجاب حسینوں کا جال ہے
پروردگار نورِ بصیرت اگر نہ دے
اس دور میں نظر کی حفاظت محال ہے

غزل

عرفانہ عزیز

ہمہ تن جلوہ فشاں، سروِ چراغاں کی طرح
کون آیا دلِ پُر شوق میں مہماں کی طرح

گونج اٹھی غم کدۂ روح میں اس کی آواز
خواب میں بہتے ہوئے چشمۂ عرفاں کی طرح

ذہنِ فنکار میں مانندِ شعورِ نغمہ
صفحۂ دل پہ ہے وہ نظم کے عنواں کی طرح

ضوفشاں میرے صنم خانۂ افکار میں ہے
لبِ معصوم کوئی لعلِ بدخشاں کی طرح

اہرمن بن کے تعاقب میں رہی ظلمتِ شب
چھپ گیا کوئی مری روح میں یزداں کی طرح

برہنہ پا و سراسیمہ تھی توقیرِ بشر
وہ مرے ساتھ رہا عظمتِ انساں کی طرح

مژہ آلودہ بخوں، چشمِ تمنا خونبار
سینۂ دہر میں ہوں زخمِ نمایاں کی طرح

اے مرے ہمدمِ دلگیر! دعا دے مجھ کو
اس کے قدموں پہ رہوں شاخِ گل افشاں کی طرح

جل اٹھی شمعِ تمنا سرِ محرابِ وصال
کون آتا ہے یہ خورشیدِ فروزاں کی طرح

تسبیح کی شرعی حیثیت

سید محمد انور شاہ قادری

لائبریرین گورنمنٹ ہائیر سیکنڈری سکول نمبر ا پشاور شہر

تسبیح ہماری اسلامی اقدار و روایات کی ایک اہم مفید اور نمایاں علامت ہے جو حضور نبی کریم ﷺ کے زمانہ اقدس سے لے کر آج تک کسی نہ کسی صورت میں تسلسل اور تواتر کے ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد وثنا اور ذکر الٰہی کے لئے استعمال ہوتی چلی آ رہی ہے اور سلف صالحین سے اس کی باقاعدہ اجازت و روایت بھی نقل ہوتی چلی آ رہی ہے۔ زیرِ نظر سطور میں استاذِ کامل حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ صاحب قادری گیلانی (مدیرِ اعلیٰ الحسن) کے ارشادِ گرامی کے مطابق اور آنجناب مدظلہ العالی کی رہنمائی میں قرآن مجید، احادیث نبویہ ﷺ، حضرات صحابہ کرام، تابعین اور مشائخ عظام کے معمولات اور علماء امت کی تصریحات کی روشنی میں تسبیح کی شرعی حیثیت کا جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔

تسبیح کی تعریف : تسبیح عربی زبان کا لفظ ہے اور اس کے لغوی معنی اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنے کے ہیں۔ امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ "مفردات القرآن" میں اس کے متعلق لکھتے ہیں

"التسبیح کے معنی تنزیہ الٰہی بیان کرنے کے ہیں۔ اصل میں اس کے معنی عبادتِ الٰہی میں تیزی کرنے کے ہیں پھر اس کا استعمال ہر فعل خیر پر ہونے لگا۔ پس تسبیح کا لفظ قولی، فعلی اور قلبی ہر قسم کی عادت پر بولا جاتا ہے"[1]

عرف عام میں تسبیح کا اطلاق دھاگے میں پروئے ہوئے پتھر یا لکڑی وغیرہ کے دانوں پر ہوتا ہے جو مختلف اذکار اور اوراد پڑھتے وقت ان کی تعداد کے شمار کے لئے استعمال کی جاتی ہے۔ چنانچہ امام راغب اس کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں "اَلسُّبحۃُ بمعنی تسبیح ہے اور ان منکوں (دانوں) کو بھی سُبحۃٌ کہا جاتا ہے جن پر تسبیح پڑھی جاتی ہے"[2]

---

[1] امام راغب، مفردات القرآن، اردو ترجمہ محمد عبدہٗ، مکتبہ قاسمیہ لاہور صفحہ ۴۰۱ [2] ایضاً صفحہ ۴۰۲

تسبیح اور قرآن حکیم: قرآن مجید میں متعدد مقامات پر تسبیح کا ذکر آیا ہے، اس ضمن میں دو مختلف مقامات سے آیات کریمہ پیش کی جارہی ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ۝ (سورہ بنی اسرائیل ۱۷: ۴۴)

ترجمہ: اور کوئی چیز ایسی نہیں جو اسے سراہتے ہوئے اس کی پاکی نہ بولے ہاں تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔

اس میں کائنات کے ذرے ذرے کی تسبیح کی شہادت دی گئی ہے اور پھر اولاد آدم علیہ السلام کو تسبیح کی طرف متوجہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ۝ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ (الاحزاب ۳۳: ۴۱-۴۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کو بہت یاد کرو اور صبح و شام اس کی پاکی بولو۔

تسبیح اور احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: پیارے محبوب، شفیع المذنبین رحمت للعالمین احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث مبارکہ میں بھی تسبیح کا ذکر بار بار آیا ہے۔ جن میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے ذکر، حمد وثناء، تعریف وتوصیف اور تسبیح بیان کرنے کی تلقین فرمائی ہے اور ان کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ صحاح ستہ اور احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دیگر کتب میں اذکار اور دعاؤں کے ضمن میں مستقل ابواب قائم کیے گئے ہیں اور پھر بعض محدثین کرام نے انہیں الگ کتابوں میں بھی جمع فرمایا ہے جن میں مختلف اوقات میں پڑھی جانے والی دعائیں، اذکار اور تسبیحات یکجا کی گئی ہیں۔

اوراد و اذکار کی تعداد کا تقرر: احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطالعہ سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ معلم انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوراد و اذکار کی تعداد کا تعین بھی فرمایا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بذات خود ایک مخصوص تعداد میں اوراد پڑھا کرتے تھے جیسے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ فِي الْيَوْمِ اَكْثَرَ مِنْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً [1]

ترجمہ: رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ کی قسم میں دن میں ستر بار سے زیادہ توبہ و استغفار پڑھتا ہوں۔

---

[1] بخاری شریف، کتاب الدعوات

اسی قسم کی کئی اور احادیث بھی ہیں صرف نمونے کے طور پر یہ ایک حدیث بیان کی گئی علاوہ ازیں آپ ﷺ نے حضرات صحابہ کرام ؓ کو بھی ایک خاص تعداد میں اوراد پڑھنے کی تلقین فرمائی۔ صرف ایک حدیث پیش کی جاتی ہے جسے حضرت سعد ؓ نے روایت کیا ہے

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ لِجُلَسَآئِہٖ اَیَعْجِزُ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّکْسِبَ اَلْفَ حَسَنَۃٍ فَسَأَلَہٗ سَائِلٌ مِّنْ جُلَسَائِہٖ کَیْفَ یَکْسِبُ اَحَدُنَا اَلْفَ حَسَنَۃٍ قَالَ یُسَبِّحُ اَحَدُکُمْ مِّائَۃَ تَسْبِیْحَۃٍ تُکْتَبُ اَلْفُ حَسَنَۃٍ وَّ تُحَطُّ اَلْفُ سَیِّئَۃٍ ؎۱

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہم نشینوں سے فرمایا کیا تم میں سے کوئی روزانہ ایک ہزار نیکیاں حاصل کرنے سے عاجز ہے؟ تو ان میں سے ایک صحابی نے عرض کیا ہم میں کوئی روزانہ ایک ہزار نیکیاں کیسے حاصل کرسکتا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سے جو سو بار سبحان اللہ کی تسبیح پڑھے تو اس کے لئے ایک ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اس کی ایک ہزار برائیاں مٹا دی جاتی ہیں۔

انگلیوں کے پوروں پر گننا: اوراد و وظائف کی مخصوص تعداد کو پورا کرنے اور شمار کرنے کے لئے حضور ﷺ اپنے دست اقدس کی انگلیوں کے پوروں پر گنا کرتے تھے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے ظاہر ہے وہ فرماتے ہیں

رَأَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَعْقِدُ التَّسْبِیْحَ بِیَدِہٖ ؎۲

ترجمہ: میں نے نبی کریم ﷺ کو انگلیوں پر گنتے ہوئے دیکھا ہے۔

پیارے محبوب ﷺ نے حضرات صحابہ کرام ؓ کو بھی انگلیوں پر اذکار کی تعداد گننے کی ہدایت فرمائی۔ چنانچہ ام یاسر حضرت یسیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں

قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ عَلَیْکُنَّ بِالتَّسْبِیْحِ ؎۳ وَالتَّھْلِیْلِ ؎۴ وَالتَّقْدِیْسِ ؎۵

۱-۲: ترمذی شریف، ابواب الدعوات، باب ماجآء فی عقد التسبیح بالید

۳: تسبیح: یہاں تسبیح سے مراد سُبْحَانَ اللّٰہِ پڑھنا ہے ۴: تہلیل یعنی "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" پڑھنا مراد ہے۔

۵: تقدیس، سُبْحَانَ اللّٰہِ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ پڑھنا مراد ہے۔

وَ اعقِدنَ بِالْاَنامِلِ فَاِنَّهُنَّ مَسْئُوْلَاتٌ مُسْتَنطقَاتٌ وَلَا تَغفَلنَ فَتَنسِيْنَ الرَّحْمَة [1]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ تسبیح، تہلیل اور تقدیس پڑھنا اپنے اوپر لازم کرلو اور انہیں انگلیوں پر گنا کرو اس لئے کہ (قیامت کے دن) انگلیوں سے سوال ہوگا اور انہیں (قوت) گویائی عطا کی جائے گی لہٰذا اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غفلت نہ کرنا ورنہ رحمت سے محروم کردی جاؤ گی۔

قیامت کے دن اعضائے انسانی کی گواہی کا ذکر قرآن مجید فرقان حمید سے بھی آیا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

یَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَ اَيْدِيْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (سورہ نور ۲۴:۲۴)

ترجمہ: جس دن ان پر گواہی دیں گی ان کی زبانیں ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں جو کچھ کرتے تھے۔

گٹھلیوں اور کنکریوں پر گننا: حضرات صحابہ کرام اور صحابیات رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین انگلیوں کے علاوہ کھجور کی گٹھلیوں اور کنکریوں پر بھی گنا کرتی تھیں جیسا کہ ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے ثابت ہے، آپ فرماتی ہیں

دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَ بَيْنَ يَدَيَّ اَرْبَعَةُ الْافٍ نَوَاةٍ اُسَبِّحُ بِهَا قَالَ لَقَدْ سَبَّحْتِ بِهٰذِهٖ اَلَا اُعَلِّمُكِ بِاَكْثَرَ مِمَّا سَبَّحْتِ بِهٖ فَقُلْتُ بَلٰى عَلِّمْنِيْ فَقَالَ قُوْلِيْ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ خَلْقِهٖ [2]

ترجمہ: رسول کریم ﷺ میرے ہاں تشریف لائے اس وقت میرے سامنے کھجور کی چار ہزار گٹھلیاں پڑی ہوئی تھیں جن پر میں تسبیح پڑھ رہی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسی تسبیح نہ سکھا دوں جو ثواب میں اس سے بڑھ کر ہے تو میں نے عرض کیا ضرور سکھائیں تو پھر حضور ﷺ نے مجھے فرمایا "سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ خَلْقِهٖ پڑھا کرو"۔

ام المومنین کو کھجور کی گٹھلیوں پر تسبیح پڑھتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے ملاحظہ فرمایا لیکن انہیں ان

---

[1] ترمذی شریف، ابواب الدعوات، باب احادیث شتّی

[2] ترمذی شریف، ابواب الدعوات، باب ماجآء فی فضل التوبۃ والاستغفار

کے استعمال سے منع نہیں فرمایا۔ اصطلاحِ حدیث کے مطابق یہ حضور ﷺ کی تقریری حدیث ہے جس سے گٹھلیوں کا استعمال ثابت ہے۔ نیز ایک دوسری تقریری حدیث جو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، یوں ہے

اَنَّهٗ دَخَلَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عَلٰى اِمْرَاَةٍ وَ بَيْنَ يَدَيْهَا نَوَاةٌ اَوْ قَالَ حَصَاةٌ تُسَبِّحُ بِهَا فَقَالَ اُخْبِرُكِ بِمَا هُوَ اَيْسَرُ عَلَيْكِ مِنْ هٰذَا اَوْ اَفْضَلُ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِي السَّمَآءِ وَ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِي الْاَرْضِ وَ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا بَيْنَ ذٰلِكَ وَ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا هُوَ خَالِقٌ وَّاللّٰهُ اَكْبَرُ مِثْلَ ذٰلِكَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ مِثْلَ ذٰلِكَ [1]

ترجمہ: یہ کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ایک صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے، اس عورت کے سامنے کھجور کی گٹھلیاں یا کنکریاں پڑی ہوئی تھیں جن پر وہ تسبیح پڑھ رہی تھی تو آپ ﷺ نے اسے ارشاد فرمایا میں تجھے اس سے زیادہ آسان یا زیادہ بہتر تسبیح سکھاؤں اور پھر حضور پاک ﷺ نے اسے یہ کلمات سکھائے --- سبحان اللہ --- الخ۔

تسبیح متعارفہ کی اصل: یہ مذکورہ بالا دونوں حدیثیں تسبیح متعارفہ کی اصل ہیں جن سے تسبیح کے استعمال کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ حضرات علماء کرام، محدثین اور فقہاء رحمہم اللہ علیہم اجمعین نے ان احادیث مبارکہ کو بنیاد بناتے ہوئے تصریحات فرمائی ہیں کہ شریعت اسلامیہ محمدیہ ﷺ میں تسبیح کا استعمال اسلامی اصولوں کے مطابق ہے۔ ان کی تفصیلات پیش کرنے سے قبل صحابہ کرام، تابعین اور مشائخ عظام کے معمولات بیان کئے جا رہے ہیں۔

تسبیح اور صحابہ کرام: حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہمیشہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہا کرتے اور اس مقصد کے لئے وہ تسبیح استعمال کیا کرتے تھے۔ حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے چند اکابر صحابہ کرام کے معمولات یوں بیان کئے ہیں

---

[1] ترمذی شریف، کتاب الدعوات، باب احادیث شتی

اَنَّ سَعْدَ بْنَ اَبِیْ وَقَّاصٍ کَانَ یُسَبِّحُ بِالْحَصٰی ۱؎

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کنکریوں پر تسبیح پڑھا کرتے تھے۔

عن ابی هریرة انه کان له خیط فیه الفاعدة فلا ینام حتی یسبح به ثنتی عشرة الف تسبیحة ۲؎

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک دھاگہ تھا جس پر گرہیں لگی ہوئی تھیں آپ رات کو اس وقت تک نہ سوتے جب تک اس پر بارہ ہزار مرتبہ تسبیح نہ پڑھ لیتے۔

عنابی صفیة مولی النبی صلی الله علیه و آله وسلم انه کان یوضع له نطع و یجاء بزنبیل فیه حصی فیسبح به الی نصف النهار ثم یرفع فاذا اصلی الاولی اتی به فسبح به حتی یمسی ۳؎

ترجمہ: نبی کریم ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ابی صفیہ رضی اللہ عنہ کے لئے ایک چٹائی زمین پر بچھادی جاتی پھر ایک تھیلہ لایا جاتا جس میں کنکریاں ہوا کرتیں تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہ دوپہر تک ان پر تسبیح پڑھتے پھر اٹھ جاتے اور اول وقت میں نماز ظہر ادا کرنے کے بعد دوبارہ کنکریاں لائی جاتیں اور شام تک ان پر تسبیح پڑھتے رہتے۔

عن ابی درداء عویمر رضی الله عنه انهه کان یسبح فی الیوم مائة الف تسبیحة ۴؎

ترجمہ: حضرت ابی درداء عویمر رضی اللہ عنہ روزانہ ایک لاکھ بار تسبیح پڑھا کرتے تھے۔

کان خالد بن معدان یسبح فی الیوم اربعین الف تسبیحة ۵؎

ترجمہ: حضرت خالد بن معدان رضی اللہ عنہ روزانہ چالیس ہزار مرتبہ تسبیح پڑھا کرتے تھے۔

حضرت علامہ جلال الدین ان برگزیدہ ہستیوں کا ذکر کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں

و من المعلوم المحقق ان المائة الف بل والاربعین الف و اقل من ذلک لا یحصره بالانامل فقد صح بذالک و ثبت انهما کانا یعدان بالة والله اعلم ۶؎

ترجمہ: اور تحقیقی معلومات کے مطابق روزانہ تسبیح پڑھنے کی یہ دو مقداریں ایک لاکھ اور چالیس ہزار

۱تا۶: سیوطی جلال الدین، الحاوی للفتاوی، (المنحة السبحة) دار الکتب علمیہ بیروت، جلد ۲، صفحہ ۲-۴۔

ہمارے علم میں آئی ہیں اوران میں جو کم تعداد ہے یعنی چالیس ہزار تو وہ بھی انگلیوں پر شمار نہیں جا سکتی لہٰذا یہ حقیقت درست طور پر ثابت ہوتی ہے کہ ان دونوں مقداروں کو شمار کرنے کے لئے آلہ یعنی تسبیح استعمال کی جاتی تھی اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

تسبیح متعارفہ اور تابعین و مشائخ عظام:

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی صحبت کیمیا اثر سے تعلیم وتربیت پانے والے تابعین اور پھر ان کے دامن سے وابستہ حضرات مشائخ عظام رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ذکر الٰہی کے لئے تسبیح استعمال کیا کرتے تھے۔ اس ضمن میں آلِ نبی اولادِ علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے ایک مقتدر ہستی کی ایک مثال پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جاتی ہے جو علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالے "المنحة فی السبحة" سے نقل کی جارہی ہے کہ

فاطمة بنت الحسين بن علي المرتضى انها كانت تسبيح بخيط معقود بها [1]

ترجمہ: حضرت فاطمہ بنت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام بن امام الاولیاء سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے پاس دھاگے کی ایک ایسی تسبیح تھی جس پر گرہیں لگی ہوئی تھیں۔

امام التابعین والمشائخ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھی تسبیح ہوتی تھی۔ آپ بچپن سے بڑھاپے تک ہمیشہ اس پر ذکر الٰہی کرتے رہے۔ اس سلسلے میں امام المحدثین سرحد حضرت علامہ مولانا محمد ایوب صاحب پشاوری رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ضمن میں اپنی کتاب "ثبت الاسانید فی روایۃ المسانید" میں تسبیح کی روایت واجازت کا ذکر کرتے ہوئے اپنے شیخ سے امام حسن بصری تک مشائخ کی اسناد پہنچائی ہیں جو قارئین کی دلچسپی کے لئے یہاں اختصار کے ساتھ نقل کی جاتی ہیں۔ مولانا موصوف اپنے شیخ حضرت علامہ فہامہ خاتم المحدثین فی الدیار مصریہ حضرت مولانا ابی محمد، محمد بن محمد الامیر الکبیر سے شروع کر کے تقریباً سولہ واسطوں کے بعد حضرت ابی الحسن علی بن الحسن بن ابی القاسم رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچانے کے بعد لکھتے ہیں

---

[1] ایضاً سیوطی جلال الدین، صفحہ ۳۔

''حضرت ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں تسبیح تھی اور اس حال میں آپ نے روایت فرمائی کہ میں نے اپنے شیخ حضرت ابوالحسن مالکی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھ کر عرض کیا، اے استاذ محترم اب تک آپ تسبیح استعمال کر رہے ہیں تو انہوں نے فرمایا میں نے اپنے شیخ حضرت سید الطائفہ حضرت شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ اقدس میں تسبیح دیکھ کر استفسار کیا، یا شیخ معظم اب تک آپ نے تسبیح نہیں چھوڑی تو انہوں نے فرمایا میں نے اپنے شیخ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھنے کے بعد یہی گزارش کی تھی تو انہوں نے فرمایا میں نے اپنے شیخ محترم حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھ کر ایسا ہی سوال کیا تھا انہوں نے فرمایا میں نے اپنے شیخ حضرت امام بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھ کر اسی طرح دریافت کیا تو انہوں نے اپنے شیخ حضرت عمر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھ کر یہی سوال پوچھا تو انہوں نے فرمایا میں نے اپنے استاذ و شیخ حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھ کر عرض کیا یا شیخ معظم! اس قدر عظیم شان اور حسن عبادت کے ارفع مقام پر پہنچ کر بھی آپ تسبیح استعمال کر رہے ہیں تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا[۱] ''شیی کنا استعملناہ فی البدایات ما کنا نترکہ فی النہایات احب ان اذکر اللہ بقلبی و فی یدی و لسانی''[۲]

ترجمہ: یہ تسبیح وہ شے ہے جسے ہم نے سلوک کی ابتداء میں شروع کیا تھا اب انتہا پر پہنچ کر اسے کیسے چھوڑ دوں، میں چاہتا ہوں کہ قلب، ہاتھ اور زبان تینوں کے ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ کی یاد میں مشغول رہوں۔

حضرت شیخ المشائخ استاد ابوالعباس رداد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے ابتداء کا لفظ ثابت کرتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں تسبیح کا وجود اور استعمال موجود تھا۔[۳]

۱: محمد ایوب، ثبت الاسانید فی روایۃ المسانید اردو ترجمہ حافظ عبدالحمید، مکتبۃ الحسن پشاور ۱۹۸۷ء، صفحہ ۵۷-۵۸۔

۲: سیوطی جلال الدین بحوالہ بالا صفحہ ۵

۳: ایضاً محمد ایوب بحوالہ بالا صفحہ ۵۸

یہاں پر یہ حقیقت مدنظر رہے کہ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا شیر خوارگی اور بچپن کا زمانہ آستانہ نبوت میں بسر ہوا۔ آپ کی والدہ محترمہ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خادمہ تھیں اور گھر کے کام کاج کے دوران جب وہ مصروف ہوتیں اور حضرت امام حسن بصری روتے تو ام المومنین انہیں اپنی گود میں اٹھا لیتیں، یہ خلیفہ ثانی حضرت امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دور تھا۔ ام المومنین آپ کو امیر المومنین کی خدمت میں بھیجا کرتی تھیں۔ چنانچہ خلیفہ سوم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت تک آپ مدینہ منورہ میں رہتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً امام الاولیاء سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے استفادہ فرماتے رہے، پھر بصرہ تشریف لے گئے۔ طریقت کے تین سلسلے (قادریہ، چشتیہ اور سہروردیہ) بالاتفاق امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ہی کی وساطت سے امام الاولیاء سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم تک پہنچتے ہیں اور آپ کبار تابعین میں شامل ہیں اور تابعین کے حالات زندگی کے مطالعہ سے یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ وہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی تعلیمات اور معمولات کو اپنانے میں کوئی کسر نہ چھوڑتے تھے اور امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو اس سلسلہ میں تمام تابعین پر سبقت و فوقیت حاصل ہے، لہٰذا آپ کا یہ قول کہ ''ابتداء میں تسبیح کا استعمال کرنا شروع کیا تھا'' خصوصی توجہ کا مستحق ہے اور جیسا کہ حضرت شیخ المشائخ استاد ابو العباس رواد رحمۃ اللہ علیہ نے وضاحت کی ہے کہ صحابہ کرام یہ تسبیح متعارفہ استعمال کیا کرتے تھے۔ چنانچہ صحابہ کرام کی سنت مبارکہ پر عمل کرتے ہوئے امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کا استعمال شروع کیا اور پھر ان کی ذات والاصفات سے اس کی روایت و اجازت کا سلسلہ آگے چلتا رہا جس کی تفصیل گذشتہ صفحات میں امام المحدثین سرحد حضرت علامہ مولانا محمد ایوب صاحب پشاوری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کی گئی اور حضرت مولانا محمد ایوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اس کی اجازت و روایت حضرت شیخ الحدیث عالم بے بدل خطیب پشاور حضرت علامہ مولانا گل فقیر احمد صاحب چشتی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچی اور انہوں نے اپنے شاگرد رشید حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ صاحب قادری گیلانی مدظلہ العالی المعروف قبلہ مولوی جی صاحب کو مرحمت فرمائی اور آپ مدظلہ العالی نے آگے اپنے متعلمین تک پہنچائی۔ ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

تسبیح اور حضور غوث اعظم ؓ: حضور غوث اعظم، محبوب سبحانی، قندیل نورانی، شہباز لامکانی، ہیکلِ یزدانی حضرت ابو محمد محی الدین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی ؓ بھی باقاعدہ طور پر تسبیح استعمال فرمایا کرتے تھے اور یہ تسبیح انہیں اپنے مشفق و مہربان شیخ اور فقہ حنبلی کے استاذ حضرت علامہ الشیخ ابوالوفا صاحب ؒ نے عنایت کی تھی، حضرت علامہ جلال الدین سیوطی ؒ نے اس کا ذکر یوں کیا ہے

" و قال الشیخ الامام العارف عمر البزاز کانت سبحة الشیخ ابی الوفا کاکیش - هو بالعربی عبدالرحمن - التی اعطاها لسیدی الشیخ محی الدین عبدالقادر الکیلانی قدس الله ارواحهم اذا وضعها علی الارض تدور و حدها حبة حبة " [1]

ترجمہ: اور حضرت شیخ امام عارف عمر البزاز ؒ فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ ابوالوفا کاکیش جو عرب میں عبدالرحمن ؒ کے نام سے جانتے جاتے ہیں کے پاس ایک تسبیح تھی اور انہوں نے یہ تسبیح حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر گیلانی قدس اللہ العزیز کو عطا فرمائی تھی جو زمین پر رکھ دی جاتی اور اسکے ایک ایک دانے پر اوراد کا دور کیا جاتا تھا۔

حضور غوث اعظم ؓ سے تسبیح کی ایک روایت و اجازت کا سلسلہ آپ کی اولا د امجاد میں سلسلہ عالیہ قادریہ حسنیہ کے مشائخ عظام کو بھی حاصل ہے جو پشت در پشت چلتے ہوئے استاذِ کامل حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ صاحب قادری گیلانی مدظلہ العالی تک پہنچتا ہے۔ یہ مبارک تسبیح اس وقت آنجناب کے پاس ہے اور ہر اسلامی ماہ مبارک کی گیارہ تاریخ نیز ربیع الثانی کی یکم سے گیارہ تاریخ اور دیگر ایام میں ختم غوثیہ کے اوراد کے لئے استعمال ہوتی ہے۔ عقیدت مند ان مواقع پر آستانہ عالیہ قادریہ آقا پیر جان صاحب یکہ توت پشاور میں جمع ہو کر آنجناب کی سرپرستی میں اس تسبیح کے دانوں پر دور کرتے ہوئے ختم غوثیہ شریف میں حصہ لیتے ہیں اور یوں اوراد کی تعداد کو پورا کرنے کے لئے یہ تسبیح صدیوں سے استعمال ہوتی چلی آرہی ہے۔

تسبیح متعارفہ اور علماء امت کی تصریحات: حضرات علماء کرام نے

---

[1] سیوطی جلال الدین محولہ بالا صفحہ ۴

حضرت ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت سعد بن ابی وقاص ﷺ کی روایت کردہ احادیث کو تسبیح کی اصل قرار دیتے ہوئے اپنی اپنی کتابوں میں یہ تصریحات فرمائی ہیں کہ شریعت اسلامیہ محمدیہ ﷺ میں تسبیح کا استعمال اسلامی اصولوں کے عین مطابق ہے۔ اس ضمن میں چند مشاہیر علماء کرام کی عبارات کی نقل کی جاتی ہے۔

۱: امام اہل سنت، مفسر قرآن، محدث وفقیہ بے بدل حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تسبیح کے جواز پر دو معرکۃ الآراء رسائل قلم بند فرمائے ہیں۔ ایک رسالہ "التفقیح فی مشروعیت التسبیح" کے نام سے اور دوسرا "المنحة فی السبحة" کے عنوان سے تحریر فرمایا۔ آخر الذکر رسالے سے اس مقالہ کی تیاری میں خاطر خواہ استفادہ کیا گیا ہے، آپ اس میں لکھتے ہیں

"ولم ينقل عن احد من السلف ولا من الخلف المنع من جواز عدالذكر بالسجة

بل كان اكثرهم يعدونه بها ولا يرون ذالك مكروها" ۱؎

ترجمہ: سلف صالحین اور ان کے خلفاء اور شاگردوں میں سے کسی نے بھی ذکر کی تعداد شمار کرنے کے لئے تسبیح کے جواز سے انکار نقل نہیں کیا اور تسبیح کے مکروہ ہونے کی روایت بھی نہیں کی بلکہ ان میں سے اکثر تسبیح استعمال کیا کرتے تھے۔

۲: علامہ اجل، محدث شہیر، فقیہ نبیل حضرت علامہ علی بن سلطان محمد المعروف ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ بالا روایت حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں

"وهذا اصل صحيح لتجويز السبحة بتقريره صلى الله عليه وآله وسلم فانه فی

معناها اذا لافرق بين المنظومة المنثورة فيما يعديه ولا يعتد بقول من عدها" ۲؎

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کی یہ تقریری حدیث تسبیح متعارفہ کے استعمال اور جواز پر اصل شرعی دلیل ہے کیونکہ حضور ﷺ نے کھجور کی گٹھلیوں اور کنکریوں پر گنتے ہوئے ملاحظہ فرمایا اور اس سے منع نہیں کیا

۱؎ سیوطی جلال الدین محولہ بالا صفحہ ۵

۲؎ علی بن سلطان، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، مکتبہ امدادیہ ملتان جلد ۵، صفحہ ۱۱۴-۱۱۵۔

اور جہاں تک کھلے یا دھاگے میں پروئے ہوئے دانوں کا تعلق ہے تو ان سے کوئی فرق نہیں پڑتا لہذا جو لوگ تسبیح کو بدعت کہتے ہیں اس حدیث مبارکہ کی بدولت ان لوگوں کا قول قابلِ اعتماد نہیں۔

۳: امام المحدثینِ ہند حضرت علامہ شیخ عبدالحق محدثِ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

"تسبیح بایں وضع کہ الآن متعارف است در زمان شریف نبود و بعضی خستہ یا یا سنگریزہا مید اشتند و بآن شمار میکردند و بعضی در رشتہ ہا در از گرہ ہا می بستند و مانند آن کذا حققہ السیوطی فی رسالۃ"[۱]

ترجمہ: آج کل جو تسبیح متعارف ہے اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پروئے ہوئے دانوں کی صورت میں نہ تھی لیکن بعض صحابہ کرام گٹھلیوں یا کنکریوں کو سامنے رکھ کر ان پر شمار کیا کرتے تھے البتہ بعض صحابہ کرام کے پاس لمبے دھاگے ہوتے تھے جن پر گرہیں لگی ہوتی تھیں اور اس طرح کی تسبیح ہوا کرتی تھی جس کی تحقیقات علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسائل میں کی ہے۔

امام اہل سنت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے رسائل کا ذکر گذشتہ سطور میں کیا جا چکا ہے جن کی طرف امام المحدثینِ ہند نے اشارہ کیا ہے۔

۴: اہل سنت بریلوی مکتبہ فکر کے جید عالم، مفسر قرآن، شارح حدیث فقیہہ العصر حضرت علامہ مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

"یہ حدیث مروجہ دھاگہ والی تسبیح کی اصل ہے کہ بکھرے دانوں اور دھاگے میں پروئے ہوئے دانوں میں کوئی فرق نہیں بعض بزرگ ختم آیہ کریمہ کے لئے تھیلوں اور بوریوں میں بادام یا گٹھلیاں جمع کر رکھتے ہیں، ان کی اصل بھی یہ حدیث ہے"[۲]

۵: علماء دیوبند کے اکابر رہنما محدث جلیل، شارح مشکوٰۃ حضرت علامہ مولانا محمد قطب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

"اور تسبیح اس طرح کی جو کہ اب متعارف ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ شریف میں نہ تھی

۱: عبدالحق، اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ مطبع کمار لکھنؤ صفحہ ۲۳۲ جلد ۲

۲: احمد یار، مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح نعیمی کتب گجرات جلد ۳ صفحہ ۲۲۵-۲۲۶۔

بعض گٹھلیوں اور سنگریزوں پر پڑھتے تھے اور بعض ڈورے (دھاگے) میں گرہیں دیتے جاتے تھے لیکن یہ حدیث اصل ہے واسطے جائز ہونے اس تسبیح کے بھی بسبب تقریر یعنی جائز رکھنے حضرت ﷺ کے اس لئے کہ تسبیح اس کے حکم میں ہے"[1]

۶: تبلیغی جماعت کے ہردلعزیز رہبر، ممتاز عالم دین، شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

"ان احادیث سے تسبیح متعارف یعنی دھاگہ میں پروئے ہوئے دانوں کا جواز ثابت ہوا بعض لوگوں نے اس کو بدعت کہہ دیا ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ جب اس کی اصل ثابت ہے۔ حضور ﷺ نے کنکریوں اور گٹھلیوں پر گنتے ہوئے دیکھا اور اس پر انکار نہیں فرمایا تو پھر اصل ثابت ہوگئی، دھاگہ میں پرو دینے میں اور نہ پرونے میں کوئی فرق نہیں اسی وجہ سے جملہ مشائخ اور فقہاء اس کا استعمال فرماتے رہے ہیں"[2]

۷: سرحد کے ایک مایۂ ناز عالم دین فخر المحدثین حضرت مولانا محمد ایوب صاحب پشاوری رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز حضرت شیخ الاسلام غوثِ زمان شیخ عبدالغفور صاحب المعروف سوات باباجی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں

"اس حدیث صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے: تسبیح اور کھجور کی گٹھلیوں اور کنکریوں کی مشروعیت، تعداد کا تعین، سامنے رکھ کر ان پر چار ہزار یا کم و بیش تعداد تک ذکر کرنا، تسبیح کی اجازت، وظیفہ کی اجازت طلب کرنا اور اجازت دینا، تسبیح کے دانے ہونا یا منکے اور پھر ان کا منظوم ہونا"[3]

تسبیح کے فوائد: سرورِ کون و مکان ﷺ کے ارشادِ گرامی اور حضرات صوفیائے کرام کے ملفوظات میں تسبیح کے کئی فوائد بیان ہوئے ہیں اس کا سب سے بڑا فائدہ تو پیارے محبوب ﷺ نے

۱: محمد قطب الدین، مظاہر حق، اردو ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح، مطبع مجیدی کانپور (انڈیا) جلد ۲ صفحہ ۲۸۹

۲: محمد زکریا، تبلیغی نصاب، (فضائل ذکر)، مکتبۂ مدینہ لاہور، صفحہ ۵۵۶

۳: محمد ایوب، ثبت الاسانید فی روایۃ المسانید، مکتبۂ الحسن پشاور ۱۹۸۷ء صفحہ ۶۰

بیان فرمایا جس کی روایت امام الاولیا سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے بیان فرمائی ہے کہ "نعم المذکر السبحۃ" ۱؎ یعنی تسبیح کیسی عمدہ یاد دلانے والی ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی کس قدر حقیقت پر مبنی ہے کیونکہ انسان عموماً مشاہدات، تفکرات، مسائل اور امور دنیا میں کھو کر غفلت کا شکار ہو جاتا ہے لیکن جب تسبیح کو دیکھتا ہے اور اسے ہاتھ میں لیتا ہے تو فوراً ذہن یادِ الٰہی کی طرف منعطف ہو جاتا ہے اور زبان پر ذکرِ الٰہی جاری ہو جاتا ہے گویا تسبیح انسان کو غفلت سے بیدار کرنے، یادِ الٰہی کی طرف متوجہ کرنے اور ذکرِ الٰہی پر مداومت اختیار کرنے میں اس کی معاون و مددگار ثابت ہوتی ہے۔

حضرات صوفیاء عظام نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق تسبیح کے فوائد بیان کئے ہیں چنانچہ بعض اسے "حبل الوصل" کہتے ہیں ۲؎ یعنی یہ رب تعالیٰ تک رسائی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے اور بعض حضرات نے اس کا نام "رابطۃ القلوب" رکھا ہے ۳؎ یعنی یہ دلوں کا رشتہ اللہ تعالیٰ سے جوڑنے کا ذریعہ اور وسیلہ ہے کیونکہ دل کی مثال ایک آئینے کی سی ہے، گناہ کے ارتکاب سے یہ زنگ آلود ہو جاتا ہے، اس کا نور ختم ہو جاتا ہے اور تاریکی اس پر غالب آ جاتی ہے جس کے باعث اللہ تعالیٰ سے اس کا رشتہ ٹوٹ کر شیطان سے استوار ہو جاتا ہے، ایسے تاریک دل کا ذکر قرآن مجید میں یوں آیا ہے کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ۝ ۴؎ (کوئی نہیں بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے ان کی کمائیوں نے)

پیارے محبوب، شفیق الامت وطبیب الامت ﷺ نے دلوں کے زنگ کو دور کرنے کا نسخہ ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے "لِکُلِّ شَیْئٍ صِقَالَۃٌ وَ صِقَالَۃُ الْقُلُوْبِ ذِکْرُ اللّٰہِ ۵؎

ترجمہ: ہر شے کا کوئی صیقل یعنی صفائی کرنے والا ہوتا ہے اور دلوں کا صیقل ذکرِ الٰہی ہے۔

یعنی ذکرِ الٰہی سے دلوں کی آلودگی دور ہو جاتی ہے اور دلوں کا رابطہ رب تعالیٰ سے استوار ہو جاتا ہے اور تسبیح چونکہ ذکرِ الٰہی کی طرف انسان کو متوجہ کرتی ہے لہٰذا یہ بجا طور پر "حبل الوصل" اور "رابطۃ القلوب"

---

۱ تا ۳: سیوطی جلال الدین محولہ بالا صفحہ ۵۔

۴: سورۃ المطففین ۸۳:۱۴　　۵: مشکوٰۃ المصابیح، باب ذکر اللہ عزوجل

کہلانے کی حقدار ہے۔ بعض صوفیاء کرام تسبیح کو "سوط الشیطان" بھی کہتے ہیں[۱] یعنی اسے کوڑے سے تشبیہ دیتے ہیں جو شیطان کو مارنے اور اس کے حملے سے اپنے آپ کو بچانے کے لئے استعمال کی جاتی ہے۔

قرآن وحدیث سے بخوبی واضح ہے کہ اولادِ آدم علیہ السلام کا سب سے بڑا خطرناک اور مکار دشمن شیطان ہے جو ہر وقت اور ہر لمحہ مختلف طریقوں سے انسان پر حملہ آور ہوتا رہتا ہے اور انسان کسی وقت بھی شیطان کی طرف سے غافل نہیں رہ سکتا۔ پھر ہم موجودہ دور کے جنگی آلات اور چودہ سو سال قبل کے آلاتِ حرب کا موازنہ کریں تو تاریخِ اسلام شاہد ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تلواروں، نیزوں اور گھوڑوں وغیرہ سے کام لیتے رہے لیکن آج اسلامی افواج کے پاس گولہ و بارود، توپ تفنگ، ٹینک، جنگی طیارے اور میزائل وغیرہ کی موجودگی کو ضروری سمجھا جاتا ہے تاکہ وہ غیر مسلموں کا مقابلہ کرسکیں۔ اگر یہ جدید اسلحہ اسلامی اصولوں کی روشنی میں جائز ہے تو پھر شیطان کا مقابلہ کرنے کے لئے تسبیح کا استعمال بھی شریعت اسلامیہ کے عین مطابق ہے۔

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تسبیح کے فوائد و برکات کے بارے میں متقدمین مشائخ عظام کے واقعات بھی بیان کئے ہیں جن میں سے ایک واقعہ یہاں نقل کیا جاتا ہے

"وكان لابى مسلم الخولانى رحمة الله عليه سبحة فقام ليلة والسبح فى يده قال فاستدارت السبحة فالتفت على ذراعه و جعلت تسبح فالتفت ابو مسلم والسبحة تدور فى ذراعه و هى تقول سبحانک یا منبت النبات و یادائم الثبات قال هلمى یا ام مسلم فانظرى الى اعجب الاعاجيب قال : فجاءت ام مسلم والسبحة تدور تسبح فلما جلست سكنت "[۲]

ترجمہ: حضرت ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک تسبیح تھی ایک رات وہ اٹھے تو تسبیح ہاتھ میں تھی، آپ فرماتے ہیں کہ مجھے اچانک تسبیح دور کرتی ہوئی محسوس ہوئی تو میں نے تسبیح کو اپنی آستین میں ڈال

[۱] علی بن سلطان بحوالہ بالا صفحہ ۱۱۵

[۲] سیوطی جلال الدین بحوالہ بالا صفحہ ۴

لیا جبکہ وہ ذکر کرنے میں مشغول تھی۔ چنانچہ میں اس کی طرف متوجہ ہوا دیکھا تو اس کے دانے خود بخود چل رہے ہیں ان سے یہ آواز آرہی ہے" سبحانک یا منبت النبات و یا دائم الثبات" میں نے اپنی بیوی کو ندا دی کہ اے ام مسلم ادھر آئیں اور یہ عجیب وغریب صورتحال ملاحظہ کریں جب وہ آئیں تو اس وقت بھی تسبیح کے دانوں سے ذکر الٰہی کی آواز آرہی تھی اور ان کا دور بھی جاری تھا لیکن جب میری بیوی بیٹھ گئی تو تسبیح سے آواز آنی بند ہوگئی۔

گویا یہ ابو مسلم خراسانی کی ایک کرامت تھی نیز یہاں پر تاجدار گولڑہ شریف جامع شریعت، اعلیٰ حضرت قطب وقت حضرت سید پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ بیان کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا اور وہ یہ کہ ایک مرتبہ ایک انگریز افسر سے آپ کی ملاقات ہوئی، آپ کے ہاتھ میں اس وقت تسبیح تھی انگریز افسر نے پوچھا یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ تسبیح ہے پھر اس نے سوال کیا یہ کس کام کے لئے استعمال ہوتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا میں اس پر اپنے رب تعالیٰ کا ذکر کرتا ہوں، اس نے تیسری بار دریافت کیا کہ اس کا فائدہ کیا ہے؟ تو اس مرتبہ آپ نے اس کو جواب دینے کی بجائے اس پر سوال کر دیا اور کے گلے میں لٹکے ہوئے پستول کی طرف اشارہ کیا کہ اس کا کیا فائدہ ہے؟ تو انگریز افسر نے اس کی تعریف وتوصیف کرتے ہوئے اسے نکالا اور سامنے درخت پر بیٹھے ہوئے ایک پرندے کا نشانہ لیتے ہوئے فائر کیا تو وہ پرندہ زمین پر آگرا، پیر صاحب اٹھے اور اس مرے ہوئے پرندے پر اپنی تسبیح پھیر دی تو وہ دوبارہ زندہ ہوکر اڑا اور درخت پر جا بیٹھا، انگریز افسر یہ منظر دیکھ کر بڑا حیران ہوا۔[1]

روزنامہ "مشرق" پشاور کا مضمون: انہی ایام میں جبکہ یہ مقالہ لکھا جا رہا تھا روزنامہ "مشرق" پشاور جمعۃ المبارک ۱۷ اگست ۲۰۰۱ء کے دینی ایڈیشن میں تسبیح کے جواز پر ایک مضمون شائع ہوا جسے یہاں شامل اشاعت کیا جا رہا ہے۔

---

[1] راقم الحروف کو یہ واقعہ استاذ کامل حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ صاحب قادری گیلانی مدظلہ العالی نے بیان فرمایا، آپ نے اپنے استاذ شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا گل فقیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی جو اعلیٰ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے۔

"کیا چلتے پھرتے تسبیح پڑھنا جائز ہے؟"

سوال: آپ نے ایک سوال کے جواب میں چلتے پھرتے تسبیح پڑھنے کو جائز بلکہ بہت اچھی بات لکھا ہے یہاں پر میرا مقصود آپ کے علم میں کسی قسم کا شک وشبہ کرنا نہیں بلاشبہ آپ کا علم وسیع ہے مگر جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے وہ یہ کہ تسبیح کے دانے پڑھنا حضور اکرم ﷺ کی سنت میں داخل نہ تھا اور نہ ہی اسے ذکر اللہ کہا جا سکتا ہے، ذکر اللہ کے عملی معنی اس سے بالکل مختلف ہیں یہ ایک شرعی بدعت ہے جو آج کل ہماری زندگی میں فیشن کی شکل میں داخل ہو گئی ہے۔ امید ہے آپ اس مسئلہ پر مزید کچھ روشنی ڈالیں گے۔

جواب: (۱) تسبیح بذات خود مقصود نہیں بلکہ ذکر کے شمار کرنے کا ذریعہ ہے، بہت سی احادیث میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ فلاں ذکر اور فلاں کلمہ کو سو مرتبہ پڑھا جائے تو یہ اجر ملے گا۔ حدیث کے طلبہ سے یہ احادیث مخفی نہیں ہیں اور ظاہر ہے کہ اس تعداد کو گننے کے لئے کوئی نہ کوئی ذریعہ ضرور اختیار کیا جائے گا خواہ انگلیوں سے گنا جائے یا کنکریوں سے یا دانوں سے اور جو بھی ذریعہ اختیار کیا جائے وہ بہر حال اس شرعی مقصد کے حصول کا ذریعہ ہوگا اور جو چیز کسی مطلوب شرعی کا ذریعہ ہو وہ بدعت نہیں کہلاتا بلکہ فرض کے لئے ایسے ذریعہ کا اختیار کرنا فرض اور واجب کے لئے ایسے ذریعہ کا اختیار کرنا واجب ہے، اسی طرح مستحب کے لئے ایسے ذریعہ کا اختیار کرنا مستحب ہوگا۔ آپ جانتے ہیں کہ حج پر جانے کے لئے بحری بری اور فضائی تینوں راستے اختیار کئے جا سکتے ہیں لیکن اگر کسی زمانے میں ان میں سے دو راستے مسدود ہو جائیں صرف ایک کھلا ہو تو اسی کا اختیار کرنا فرض ہوگا اور اگر تینوں راستے کھلے ہوں تو ان میں سے کسی ایک کو لاعلی التعیین اختیار کرنا فرض ہوگا اسی طرح جب تسبیحات و اذکار کا گننا عند الشرع مطلوب ہے اور اس کے حصول کا ایک ذریعہ تسبیح بھی ہے تو اس کو بدعت نہیں کہیں گے بلکہ دوسرے ذرائع میں سے ایک ذریعہ کہلائے گا اور چونکہ تمام ذرائع میں زیادہ آسان ہے اس لئے اس کو ترجیح ہوگی۔

۲: متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ کنکریوں اور دانوں پر گننا آنحضرت ﷺ نے ملاحظہ فرمایا اور نکیر نہیں فرمائی چنانچہ:

(الف) سنن ابی داؤد (۱-۲۱۰ باب التسبیح بالحصی) اور مستدرک حاکم (۱-۵۴۸) میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ: وہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ ایک خاتون کے پاس گئے جس کے آگے کھجور کی گٹھلیاں یا کنکریاں رکھی تھیں جن پر وہ تسبیح پڑھ رہی تھی آنحضرت ﷺ نے فرمایا میں تجھے ایسی چیز بتاؤں جو اس سے زیادہ آسان اور افضل ہے -- الخ۔

(ب) ترمذی اور مستدرک حاکم (۱--۵۴۷) پر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ: آنحضرت ﷺ میرے پاس تشریف لائے، میرے آگے چار ہزار گٹھلیاں تھیں جن پر میں تسبیح پڑھ رہی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ کیا ہے؟ عرض کیا میں ان پر تسبیح پڑھ رہی ہوں، فرمایا میں جب سے تیرے پاس کھڑا ہوا ہوں میں نے اس سے زیادہ تسبیح پڑھ لی ہے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے بھی سکھایئے، فرمایا یوں کہا کر سُبحانَ اللہِ عددَ ما خلقَ مِن شیءٍ۔

حدیث اول کے ذیل میں صاحب ''عون المعبود'' لکھتے ہیں

آنحضرت ﷺ کا گٹھلیوں پر نکیر نہ فرمانا تسبیح کے جائز ہونے کی صحیح اصل ہے کیونکہ تسبیح بھی گٹھلیوں کے ہم معنی ہے کیونکہ شمار کرنے کے لئے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ گٹھلیاں پروئی ہوئی ہوں یا بغیر پروئی ہوئی ہوں اور جو لوگ اس کو بدعت شمار کرتے ہیں ان کا قول لائق اعتبار نہیں۔

۳: تسبیح، ایک اور لفظ سے بھی ذکر الٰہی کا ذریعہ ہے اور یہ کہ تسبیح ہاتھ میں ہو تو زبان پر خود بخود ذکر جاری ہو جاتا ہے اور تسبیح نہ ہو تو آدمی کو ذکر یاد نہیں رہتا۔ اسی بناء پر تسبیح کو ''مذکرہ'' کہا جاتا ہے یعنی یاد دلانے والی اور اسی بناء پر صوفیاء اس کو ''شیطان کے لئے کوڑا'' کہتے ہیں کہ اس کے ذریعہ شیطان دفع ہو جاتا ہے اور آدمی کو ذکر کرنے سے غافل کرنے میں کامیاب نہیں ہوتا۔ پس جب ذکرِ الٰہی میں مشغول رہنا مطلوب ہے اور تسبیح کا ہاتھ میں ہونا اس مشغولی کا ذریعہ ہے تو اس کو بدعت کہنا غلط ہوگا بلکہ ذریعہ ذکرِ الٰہی ہونے کی وجہ سے اس کو مستحب کہا جائے تو بعید نہ ہوگا''۔

خلاصہ : آپ نے گذشتہ صفحات میں قران وحدیث، آثار صحابہ، معمولات مشائخ اور ارشادات علماء کرام کی روشنی میں تسبیح کی شرعی حیثیت ملاحظہ فرمائی کہ یہ ایک ایسا مفید اور کارآمد آلہ ہے جو ذکر الٰہی کے لئے صدیوں سے مستعمل چلا آرہا ہے اور اس پر اوراد و وظائف کی تعداد شمار کی جاتی ہے۔ اس کی ابتدائی صورت عہدِ نبوی ﷺ میں کھجور کی گٹھلیوں اور کنکریوں کی شکل میں موجود تھی۔ پھر صحابہ کرام ؓ نے دھاگے پر گرہیں لگا کر ان پر گننا شروع کر دیا۔ بعد میں گرہوں کی جگہ لکڑی اور پتھر وغیرہ کے دانوں نے لے لی اور تحقیقی معلومات کے مطابق امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایسی ہی تسبیح ہوا کرتی تھی اور اس کی روایت واجازت کا سلسلہ ان سے آگے علماء ومشائخ تک تسلسل اور تواتر کے ساتھ چلتا ہوا عصر حاضر تک پہنچا۔ نیز تسبیح کی ایک نمایاں خوبی یہ ہے کہ انسان کو ذکرِ الٰہی سے غافل نہیں ہونے دیتی اور شیطان کے حملوں سے اپنا دفاع کرنے میں بلکہ اس پر جوابی حملہ کرنے کے لئے اسلحہ کا کام دیتی ہے لہٰذا عقل سلیم کا تقاضا یہی ہے کہ تسبیح کو اپنا معمول بنایا جائے اور یادِ الٰہی سے غافل لوگوں کی جھوٹی اور لایعنی باتوں پر ہرگز توجہ نہ دی جائے

وَمَا تَوْفِيْقِىْ اِلَّا بِاللّٰهِ

قطعہ

از: حضرت آقا سید شریف حسین شاکر بغدادی

حضور غوثِ معظم کے آستاں کا سگ
حضور خواجۂ ہند الولی کے در کا غلام
یہ خاکسارِ خلائق، یہ شاکرِ مجبور
مدام بھیجتا ہے آپ پر درود و سلام

غزل

ڈاکٹر وحید اختر

عمر کو کرتی ہیں پامال برابر یادیں
مرنے دیتی ہیں نہ جینے یہ ستمگر یادیں

ہیں کبھی خونِ تمنا کی شناور یادیں
شاخِ دل پر ہیں کبھی برگِ گلِ تر یادیں

ہمتِ کوہ کنی پر بھی کبھی بھاری ہیں
اور ٹلتی ہیں کبھی نوکِ مژہ پر یادیں

تھک کے دنیا سے اگر کیجئے خوابوں کی تلاش
نیند اڑا دیتی ہیں افسانے سنا کر یادیں

راہ بھولے ہوئے سیاح کو تنہا پا کر
لوٹ لیتی ہیں، مٹا دیتی ہیں چھپ کر یادیں

عہدِ رفتہ کے پُر اسرار گھنے جنگل میں
پھونک کر سحر، بنا دیتی ہیں پتھر یادیں

کوئی خود رفتہ و گم گشتہ بھٹکتا ہے جہاں
اجنبی بن کے وہاں ملتی ہیں اکثر یادیں

جب بھی ماضی کے دیاروں سے گزر ہوتا ہے
کاسۂ چشم لئے پھرتی ہیں در در یادیں

تبصرۂ کتب

(نوٹ: تبصرے کے لئے دو کتابیں ارسال کی جائیں)

''احکام رمضانُ المبارک''

علاؤالدین عدیم

ادارہ اشاعت وتبلیغ اسلام پشاور نے ۸۰ صفحات پر مشتمل یہ کتابچہ رمضان شریف کی آمد کے موقع پر شائع کیا ہے جس میں روزہ اور اس سے متعلقہ تمام مسائل کا احاطہ کیا گیا ہے۔ اسے جامع شریعت و طریقت، واقف اسرار معرفت وحقیقت، فاضل علوم شرقیہ ومغربیہ، ماہر فنون عقلیہ ونقلیہ، فرید دہر، وحید عصر، مبلغ اسلام شاہ محمد عبدالعلیم الصدیقی القادری نے مرتب کیا ہے۔ شروع کے پندرہ صفحات میں دین عمومی کے زیر عنوان انہوں نے بہت شستہ انداز میں آیات قرآنی واحادیث کے حوالے سے دین اسلام کی درمیانی راہ اور روحانیت کے اعلیٰ مدارج پر روشنی ڈالی ہے۔ اس کے بعد ''روزہ کیا چیز ہے'' کے عنوان کے تحت روزہ کی تعریف تمثیلی انداز میں پیش کرتے ہوئے مولانا محمد اسمٰعیل مرحوم کے سات اشعار پر مشتمل پوری نظم بھی نقل کردی ہے۔ جس کے شروع کے تین شعر یہ ہیں

روزہ کیا چیز ہے بتائیں تمہیں حرص کی قید، نفس کی تہدید
تیس دن بھوک پیاس کو روکو یہ ریاضت ہے آدمی کو مفید
سب کو بھولو کرو خدا کو یاد سب کو چھوڑو بجز خدائے وحید

کتابچہ میں روزہ کے علاوہ تراویح ختم قرآن، اعتکاف، لیلۃ القدر، عید الفطر، صدقۂ فطر، نماز عید پر جستہ جستہ روشنی ڈالی ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ فاضل مرتب نے اپنے موضوع پر جامعیت کے ساتھ ہی ساتھ اجمال واختصار کو بھی خاص طور سے ملحوظ رکھا ہے اور اس میں خاصے کامیاب رہے ہیں۔ ماہ رمضان کے دوران اس کتابچہ کو زیر مطالعہ رکھا جائے تو اکثر فقہی مسائل جو ان ایام میں پیش آسکتے ہیں ان کے بارے میں اچھی رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے۔ فاضل مرتب نے ماہ رمضان کو روحانی موسم بہار کا نام دیا ہے اور اس مختصر سے کتابچہ میں بھی جسمانی روزہ اور اخلاقی روزہ کے علاوہ قلبی یا روحانی روزہ کے عنوان سے اس پر

تصوف کے نقطہ نظر سے بھی روشنی ڈالی ہے جو بہت جامع و مانع ہے۔

ناظم "ادارہ اشاعت و تبلیغ اسلام" الحاج تنویر احمد قادری مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے ایک مفید کتابچہ بروقت شائع کر کے اسلامی خدمت کا فریضہ انجام دیا ہے۔ ان کا اشاعتی و طباعتی سلسلہ عرصہ سے جاری ہے، انہوں نے حال ہی میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے "قصیدۃ النعمان" کی اردو شرح کا تیسرا ایڈیشن شائع کیا تھا جسے علمی حلقوں میں ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔

زیر نظر کتابچہ پر اشاعت نمبر ۱۱۳ درج ہے، کتابچہ کی تاریخ اشاعت ۱۷ اکتوبر ۲۰۰۱ء بتائی گئی ہے۔ ہدیہ کوئی درج نہیں البتہ بذریعہ ڈاک طلب کرنے والوں کے لئے لکھا گیا ہے کہ وہ مبلغ ۱۰ روپے کے ڈاک ٹکٹ ارسال کریں۔ کتابچہ ادارہ اشاعت و تبلیغ اسلام محلہ قاضی خیلاں بازار کلاں پشاور سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

بادشاہ ہر دو عالم

خواجہ بہاء الدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بادشاہِ ہر دو عالم شاہ عبدالقادر است
سرورِ اولادِ آدم شاہ عبدالقادر است
آفتاب و ماہتاب و عرش و کرسی و قلم
نورِ قلب از نورِ اعظم شاہ عبدالقادر است